عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۴ | یکم تا ۷ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۳۹

اسلام کا اخلاقی انقلاب

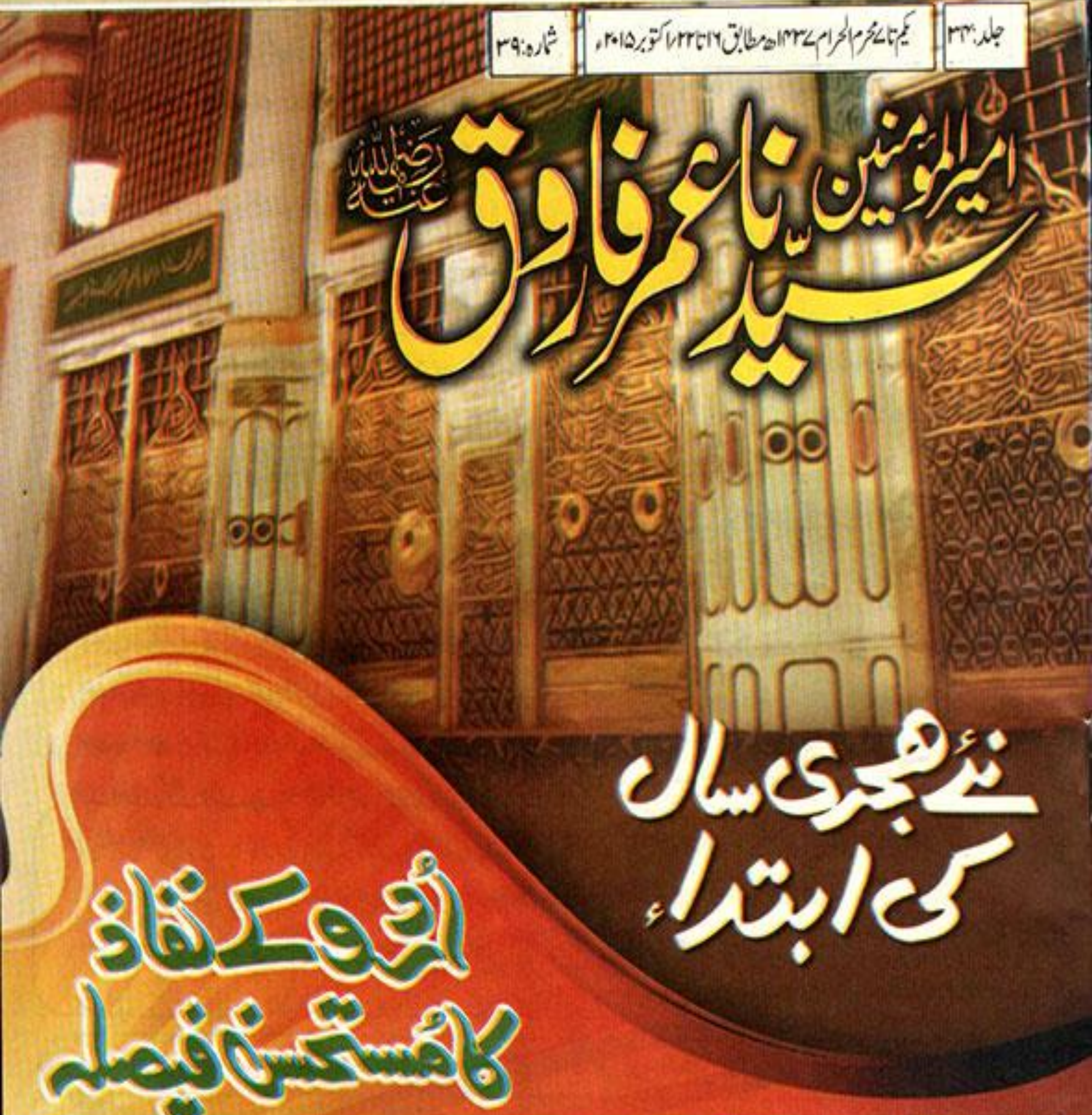

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نئے ہجری سال کی ابتداء

اُردو کے نفاذ کا مستحسن فیصلہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

ترکہ میں بہنوں کا حصہ

محمد نعمان، کراچی

س:...... جب ہمارے نانا عبدالمجید مرحوم کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کے ورثا میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، ان تینوں بیٹیوں میں سے ایک ہماری والدہ شہناز مجید ہیں۔ نانا مرحوم کے ترکے میں ایک مکان تھا جو اس وقت مذکورہ ورثا میں تقسیم کیا گیا۔ ایک بھائی نے ایک بہن کا حصہ دیا جبکہ تین بھائیوں نے دو بہنوں کا حصہ نہیں دیا اور کہا کہ ہم ان کا حصہ دے دیں گے۔ اس رقم کے ساتھ اضافی رقم ملا کر انہوں نے دوسرا بڑا مکان خریدا۔ اضافی رقم میرے ماموں لوگوں کے پاس نہیں تھی، انہوں نے اپنی بہن (یعنی ہماری والدہ صاحبہ) سے قرضہ لیا، یوں انہوں نے دوسرا مکان خریدا اور سب کی رضامندی سے خریدا گیا اور سب کا مشترکہ سمجھا جاتا رہا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً جب ان کو پیسوں کی ضرورت پڑی انہوں نے ہماری والدہ اور ہم سے قرضہ کی مد میں پیسے لئے۔ اب کچھ عرصہ قبل میری والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا، ہم ان کے ورثا، ماموں لوگوں سے والدہ کا قرضہ اور اس کے علاوہ والدہ صاحبہ کا مذکورہ مکان میں جو حصہ بنتا ہے وہ مانگ رہے ہیں، لیکن ماموں لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بہن فوت ہوگئی لہٰذا ہم آپ لوگوں کو کوئی حصہ نہیں دیں گے اور اس کے علاوہ ایک اور بہن کو بھی حصہ دینے سے انکاری ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرعاً ان لوگوں کا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب دیں۔

ج:...... بصورت مسئولہ اگر واقعتاً سائل کا بیان درست اور حقیقت پر مبنی ہے تو اس صورت میں آپ کے ماموں وغیرہ پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ اپنی مرحومہ بہن شہناز صاحبہ کا والد مرحوم کے متروکہ مکان میں سے ملنے والا حصہ مرحومہ کی اولاد (یعنی سائل وغیرہ) کے حوالہ کردیں۔ بصورت دیگر وہ شریعت کی نظر میں ظالم تصور ہوں گے۔ احادیث مبارکہ میں اس طرح کے طرز عمل سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر واقعتاً بھائیوں نے مرحومہ سے وقتاً فوقتاً قرضہ لیا ہے جیسا کہ سوال میں درج ہے اور دعویٰ کرنے والوں کے پاس اس کا شرعی ثبوت بھی موجود ہے تو یہ لیا ہوا قرضہ پورا کا پورا ان پر مرحومہ کی اولاد، شوہر وغیرہ کو ادا کرنا لازم اور ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دھوکا سے طلاق نامہ پر دستخط کروانا

ثمینہ، کراچی

س:...... میرے اور میرے شوہر کے درمیان لڑائی ہوگئی جس کی وجہ سے میں اپنے گھر چلی گئی تو ہمارے گھر والوں نے خود سے طلاق نامہ تحریر کروایا اور میرے شوہر سے کہا کہ یہ پلاٹ کے کاغذات ہیں، اس پر سائن کردو تو انہوں نے دستخط کردیے۔ اب وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری طلاق ہوگئی ہے۔ کیا اس طرح دھوکا سے طلاق ہوجاتی ہے؟ میرے شوہر پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ یاد رہے کہ ہمارے گھر والے ہماری شادی کے خلاف تھے۔

ج:...... صورت مسئولہ میں اگر یہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہے کہ دھوکا سے طلاق نامہ پر دستخط کروائے گئے اور منہ سے بالکل کوئی الفاظ نہیں کہے اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ طلاق نامہ ہے، اس پر سائن کردیے تو ایسی صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ آپ دونوں بدستور میاں بیوی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆......☆☆......☆☆

ہفت روزہ

ختمِ نبوّة

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۴ — یکم تا ۷ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء — شمارہ: ۳۹

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مصائب ومشکلات پر اجرِ آخرت!	۴	اداریہ
نئے ہجری سال کی ابتدا	۶	مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی
اردو کے نفاذ کا مستحسن فیصلہ	۹	مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
معرکہ یمامہ کی سرزمین میں چند گھنٹے (۲)	۱۱	مولانا عبدالمالک مجاہد
امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	۱۳	اسحاق چوہدری
حرام مال کی نحوست	۱۸	مولانا حافظ فضل الرحیم
اسلام کا اخلاقی انقلاب	۲۰	مولانا محمد اللہ خلیل قاسمی
قدیم مسجد چھپانے میں قادیانی ناکام	۲۳	منصور اصغر راجہ
ختم نبوت کانفرنس، اسلام آباد	۲۶	قاری عبدالوحید قاسمی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۴۵۸۳۴۸۶-۰۶۱، ۴۷۸۳۴۸۶-۰۶۱

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

مصائب ومشکلات پر اجر آخرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

دُنیا بالخصوص مسلمانوں کے لئے قید خانہ اور کفار ومشرکین کے لئے جنت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۵۶)

ترجمہ:...''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دُنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔''

یعنی دُنیا میں عموماً کافر کی نسبت، ایک مؤمن کو آفات ومصائب کا سامنا زیادہ کرنا پڑتا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ کافر کی دُنیاوی کرّ وفرّ اور راحت وآرام اور مؤمن کی تکلیف وتعذیب کو دیکھ کر پریشان نہیں ہونا چاہئے، بلکہ مؤمن کی دُنیا کی تکلیف وتعذیب اور مصائب وآلام کا اس کی جنت کے ساتھ، اور کافر کی ظاہری کرّ وفرّ، خوش عیشی اور راحت وآرام کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو سمجھ آجائے گا کہ جس طرح کافر کی دُنیاوی راحت وآسائش کی، اس کی جہنم کی سزا کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں، اسی طرح مسلمان کی دُنیا کی عارضی تکالیف ومشکلات اس کی جنت اور آخرت کی راحت وآرام کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔

دُنیا دار العمل اور آخرت دار الجزاء ہے، اور ظاہر ہے جو شخص عملی میدان میں جتنا محنت ومشقت اور جہد ومجاہدہ برداشت کرے گا، بعد میں اسی تناسب سے اسے راحت وآرام میسر آئے گا، اور جو شخص میدانِ عمل میں جتنا کوتاہی کرے گا، بعد میں اسی تناسب سے اُسے ذِلت ورُسوائی اور فضیحت وشرمندگی کا سامنا کرنا ہوگا ٹھیک اسی طرح مقربین بارگاہِ خداوندی کو بھی آخرت کی کھیتی یعنی دُنیا میں جہدِ مسلسل اور محنت ومشقت کا سامنا ہے، مگر عاقبت وانجام کے اعتبار سے جلد یا بدیر راحت وآرام ان کا مقدر ہوگا، دُوسری طرف کافر اگرچہ یہاں ہر طرح کی راحت وآرام سے سرفراز ہیں، مگر مرنے کے ساتھ ہی عذابِ جہنم کی شکل میں ان کی راحت وآرام اور ظلم وعدوان کا ثمرہ ان کے سامنے آجائے گا۔

کسی مسلمان کی تخلیق کا مقصد دُنیا اور اس کی راحتوں کا حصول نہیں، بلکہ مسلمان کو جنت اور جنت کی لازوال وابدی نعمتوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور جنت کا حصول کچھ آسان نہیں، بلکہ جنت کے سامنے یا اردگرد مشکلات ومصائب کی باڑھ لگائی گئی ہے اور دوزخ کے اردگرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

''عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشھوات۔'' (ترمذی، ج:۲،ص:۸۰)

ترجمہ:...''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے گرد ناگواریوں اور مشقتوں کی باڑھ کی گئی ہے، اور دوزخ کے گرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے۔''

اس لئے کسی نیک صالح مسلمان کا دُنیا میں مشکلات ومصائب اور مکروہات سے دوچار ہونا دراصل حصولِ جنت میں کامیابی کی نشانی ہے، اور کفار ومشرکین اور معاندین کے لئے دُنیاوی راحت وآرام یا خواہشاتِ نفسانیہ کا مہیا ہونا ان کے عذابِ نار وسقر سے دوچار ہونے کی علامت ہے۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے دُنیا ہی میں انہیں مصائب وتکالیف میں مبتلا فرماتے ہیں، تاکہ اس کی کی کوتاہیوں کا معاملہ یہیں نمٹ جائے اور آخرت میں ان کو کسی عذاب سے دوچار نہ ہونا پڑے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

’’عن انس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا اراد اللہ بعبدہ الخیر عجل لہ العقوبۃ فی الدنیا، واذا اراد اللہ بعبدہ الشر امسک عنہ بذنبہ حتّٰی یوافی بہ یوم القیامۃ۔

وبھذا الاسناد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان عظم الجزاء مع عظم البلاء، وان اللہ اذا احب قوماً ابتلاھم، فمن رضی فلہ الرضا ومن سخط فلہ السخط‘‘ (ترمذی، ج:۲،ص:۶۲)

ترجمہ:..’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، تو دُنیا میں ہی اس کو فوری سزا دے دیتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہ کی سزا مؤخر کردیتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو پوری سزا دیں گے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بندے کو جتنا بڑا ابتلا پیش آئے، اتنی بڑی جزا اس کو ملتی ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اسے... مصائب وآلام سے... آزماتے ہیں، پس جو شخص... ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے... راضی رہا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے، اور جو شخص ناراض ہوا اس کے لئے ناراضی ہے۔‘‘

اس حدیث کی تشریح میں حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں:

’’اس حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے، ایک یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی سزا دُنیا ہی میں دے دیتے ہیں، اس کی سزا کو آخرت پر نہیں اُٹھا رکھتے، بلکہ مختلف مصائب میں اس کو مبتلا کرکے پاک و صاف کردیتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، اور اگر لکھنے والے کے ہاتھ سے قلم گر جاتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے کفارہ بن جاتا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کسی بندۂ مؤمن کو کوئی تکلیف اور صدمہ یا پریشانی پیش آئے اسے اپنے گناہوں کا خمیازہ سمجھنا چاہئے۔ دُوسری یہ کہ بندۂ مؤمن کا مصائب وآلام میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں، بلکہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف وانعام ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے گناہوں کے کفارہ کا دُنیا ہی میں انتظام فرمادیا۔

اس کے برعکس جس بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے گناہوں کے باوجود ڈھیل اور مہلت دے دیتے ہیں، وہ احمق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت معزز ہے حالانکہ اس کے ساتھ مکر واستدراج کا معاملہ ہورہا ہے کہ اس کی معصیتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اسے ڈھیل دی جارہی ہے، اور قیامت کے دن جب بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوگا، اسے اس کی بدعملیوں کا پورا پورا بدلہ چکادیا جائے گا، اِلَّا یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے فضل واحسان سے عفو ودرگزر کا معاملہ فرمائے... بشرطیکہ وہ مسلمان ہو، کیونکہ کفروشرک کی معافی نہیں ہے... ناقل۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف قہر کی شکل میں ہوتا ہے، اور کبھی قہر لطف کی شکل میں، اس نکتے کو حضرات عارفین خوب سمجھتے ہیں، ورنہ عام لوگوں کی نظر اس پر نہیں جاتی۔‘‘ (دُنیا کی حقیقت، ج:۱،ص:۱۹۷،۱۹۸)

دُنیا کا اُصول ہے کہ جس سے زیادہ تعلق خاطر ہو یا جس کو کسی لائق بنانا ہو، اس کو کڑی آزمائش وامتحان سے گزارا جاتا ہے، اور اس کی چھوٹی چھوٹی کی کوتاہیوں پر گرفت کی جاتی ہے، چنانچہ اسی موقع پر فرمایا گیا ہے کہ: ’’حسنات الأبرار سیئات المقربین‘‘... اَبرار کی نیکیاں مقربین کی سیئات شمار ہوتی ہیں... یعنی مقربین کا مقام اتنا اُونچا ہے کہ جو کام اَبرار کریں اور وہ نیکی کہلائے، اگر وہی کام مقربین کریں تو ان کے درجے کے اعتبار سے وہ بھی سیئہ اور بُرائی شمار ہوتی ہے، گویا نیک وصالح مسلمان درجۂ قربِ الٰہی پر فائز ہیں اور ان کو آخرت میں جن مراتب عالیہ سے سرفراز کرنا ہے، دُنیاوی تکالیف ومشکلات کی بھٹی میں ڈال کر ان کو کندن بنانے کی سعی کی جارہی ہے۔ الغرض دنیاوی مصائب ومشکلات سے نیک لوگوں اور مقربین بارگاہِ الٰہی کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

نئے ہجری سال کی ابتداء

مفتی محمد راشد ڈسکوی

نئے ہجری سال کی ابتدا:

"زمانہ" مدینہ منورہ کے طرف ہجرت نبوی سے لے کر اب تک ایک صدی اور چار سو چھتیس سال کا سفر طے کر چکا ہے، چودہ سو سینتیسواں سال شروع ہو چکا ہے، محرم الحرام اسلامی تقویم ہجری کا پہلا مہینہ ہے، کتنے ہی پڑھے لکھے، دیندار لوگ ایسے ہیں، جنہیں اسلامی تقویم کا علم ہی نہیں، ان سے اسلامی مہینوں کے نام معلوم کرلیں وہ آپ کو نہیں سنا سکیں گے، ان سے روزانہ کی اسلامی تاریخ معلوم کی جائے تو وہ نہیں بتلا پائیں گے، جب کہ اس کے برخلاف شمسی تقویم، اس کے مہینوں کے نام اور تاریخ ہر کسی کو معلوم ہوتی ہے۔ کسی بھی دن کسی سے بھی پوچھ لیں کہ آج کیا تاریخ ہے تو فوراً بتا دیں گے، جب شمسی سال کے پہلے مہینے جنوری کی ابتدا ہوتی ہے تو "نیو ائیر نائٹ" پر وہ خوشیاں بھی مناتے ہیں، خوب مستیاں کرتے ہیں، گویا اس طریقے سے وہ نئے سال کا آغاز کرتے ہیں! اس مقام پر ہم نے غور وفکر یہ کرنا ہے کہ "نیو ائیر" کی اس طرز پر ابتدا ہم نے کہاں سے لی؟! ہمارے لئے تو "نیو ائیر" کی ابتداء محرم الحرام کے بابرکت مہینہ سے شروع ہوتی ہے، اور چونکہ ہم مسلمان زندگی گزارنے کے طور طریقوں کے معاملے میں مستقل ایک کامل تہذیب کا مالک ہیں اس لئے ہمیں اپنی زندگی کی راہ ورسم میں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھکاری پن اختیار کرنا مسلمان کی مسلمانیت کے خلاف ہے، ہمیں کسی کے در پر جھکنے کی ضرورت ہی کیا ہے ہم تو خود ساری دنیا کو تہذیب وشائستگی کے آداب وطریقے سکھانے والے ہیں۔

نئے مہینے کے استقبال کا اسلامی طریقہ:

تو "نئے سال" کی ابتداء ہو یا "نئے مہینے" کی، شریعت میں جب بھی یہ ("نئے سال" یا "نئے مہینے" کا) لفظ بولا جائے گا، اس سے مراد اسلامی مہینہ ہی ہوگا نہ کہ شمسی مہینہ، چنانچہ اس مہینے کی ابتداء کا مسنون طریقہ شریعت کی طرف سے صرف یہ سامنے آتا ہے کہ مہینے کے اختتام پر نئے مہینے کے چاند کو دیکھنے کا اہتمام کیا جائے، یہ عمل مسنون ہے، اور جب چاند نظر آجائے تو نیا چاند دیکھنے کی دعا بھی پڑھی جائے، یہ بھی مسنون ہے، اس مسنون طریقے کے ہی اپنانے میں اور دعاؤں کا اہتمام کرنے میں برکت، حفاظت اور ثواب ہے، ہمیں فضول قسم کی رسومات اور خرافات سے بچتے ہوئے اسی کا اہتمام کرکے سچے مسلمان اور محب النبی ہونے کا ثبوت دینا چاہئے! امام ابن السنی نے مہینہ کی ابتداء کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وعادت شریفہ کا یوں ذکر فرمایا ہے:

"إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان إذا رأی الهلال قال: "اللّٰهم اجعله هلال یمن و برکة." (عمل الیوم واللیلة لابن السني، ص:٥٩٦، رقم الحدیث:٦٣١، مکتبة الشیخ، کراتشي)

ترجمہ: "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی رات کے چاند کو دیکھتے تو یوں دعا مانگتے: اے اللہ! ہمارے لئے اس چاند کو خیر وبرکت والا بنادے۔"

نیا چاند دیکھتے وقت کی مسنون دعا:

ایک دوسری روایت میں اس وقت یہ دعا پڑھنے کا ذکر ہے:

"اللّٰهم أهلّه علینا بالیُمن والإیمان والسلامة والإسلام، ربّي وربّک اللّٰه." (مسند أحمد بن حنبل، مسند أبي محمد طلحه بن عبید اللّٰه، رقم الحدیث: ١٣٩٧، ٢/١٧٩، دار الحدیث، القاهرة)

ترجمہ: "اے اللہ! اس پہلی رات کے چاند کو امن وسلامتی اور ایمان واسلام کے ساتھ ہم پر طلوع فرما، (اے چاند) میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔"

ہمیں بھی مہینے کی ابتداء اسی طرح کرنی چاہیے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا؛ تاکہ برکتیں اور رحمتیں حاصل ہوں۔

اسلامی کیلنڈر استعمال کرنے کی اہمیت:

دوسری بات یہ کہ ہمیں چاہئے ہم اسلامی تقویم ہجری کے استعمال کی عادت ڈالیں، اپنے روزمرہ کے استعمال میں اس تقویم کو سامنے رکھیں، اگرچہ! دوسری تقویمات، تاریخوں اور کیلنڈروں کا استعمال گناہ نہیں ہے، شرعاً اس کے اختیار کرنے میں بھی ممانعت نہیں ہے، لیکن شمسی تقویم کا ایسا استعمال کہ ہم اسلامی تقویم کو بالکلیہ بھلا ہی بیٹھیں، یہ کسی طرح درست نہیں، اس لئے کہ اسلامی تقویم ہجری کی حفاظت بھی مسلمانوں کا فرض ہے اور اس کے استعمال میں ثواب ہے، جس سے محروم نہیں ہونا چاہئے، نیز! اپنی شناخت اور اپنے امتیاز کو باقی رکھنا بھی ایک غیرت مند مسلمان کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس معاملے میں اس کی بھر

یہ ہے ہم قمری تاریخ کے استعمال کو ترجیحی بنیادوں پر دوسری تقویم کے مقابلے میں استعمال کریں، خدا نخواستہ اگر سب مسلمان اسلامی تقویم ہجری کو چھوڑ بیٹھیں اور بھلادیں تو سب کے سب اللہ تعالیٰ کے مجرم ٹھہریں گے، اس لئے کہ اسلام کی بہت ساری عبادات کا تعلق وربط اسی تقویم کے ساتھ ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں رقمطراز ہیں:

''...... البتہ چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے، اس لئے اس کی حفاظت ''فرض علی الکفایہ'' ہے، پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالیوے، جس سے حساب قمری ضائع ہوجاوے، (تو) سب گنہگار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے، لیکن خلاف سنتِ سلف ضرور ہے اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے لابُدّ افضل واحسن ہے۔'' (بیان القرآن، سورۃ التوبۃ:۳۶، ۱۳۱/۳، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

اسلامی سال کے اس پہلے مہینے کی اللہ کے ہاں بڑی قدر ہے، یہ عظمت والے مہینوں میں سے ہے، تاریخی روایات کے مطابق اس مہینے میں بہت سے عظیم الشان واقعات پیش آئے۔ احکامات کے اعتبار سے صحیح اور مستند احادیث سے جو امور سامنے آتے ہیں وہ صرف دو ہیں:

ماہ محرم الحرام میں پہلا حکم:

اس ماہ مبارک میں مطلقاً کسی بھی دن روزہ رکھنا رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ شمار ہوتا ہے، نیز! نو اور دس محرم یا دس اور گیارہ محرم کا روزہ رکھنا اور بھی زیادہ فضیلت کی چیز ہے، چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے:

''افضل الصیام بعد رمضان، شہر اللہ المحرم، وافضل الصلاۃ بعد الفریضۃ صلوۃ اللیل.'' (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم، رقم الحدیث: ۲۰۲)

ترجمہ: رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل اللہ کے مہینہ محرم کے روزے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز (تہجد) ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''حین صام رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء، وأمر بصیامہ، قالوا: یا رسول اللہ! إنہ یوم تعظمہ الیہود والنصاری؟ فقال رسول اللہ ﷺ: "فاذا کان العام المقبل إن شاء اللہ صمنا الیوم التاسع، قال: فلم یأت العام المقبل، حتی توفی رسول اللہ ﷺ." (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب: أي یوم یصام في عاشوراء؟، رقم الحدیث: ۱۱۳۴، ۷۹۲/۱، دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن خود روزہ رکھا، اور حضرات صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا؛ تو اس پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کہ اے اللہ کے رسول! اس دن کی تو یہود ونصاریٰ بھی تعظیم کرتے ہیں؟ (غالباً یہ عرض کرنا مقصود ہوگا کہ روزہ رکھ کر تو ہم نے بھی اس دن کی تعظیم کی، گویا ہم ایک عمل میں ان کی مشابہت اختیار کرنے لگے)، تو اس پر آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: ''اگر اللہ نے چاہا تو اگلے سال ہم نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے۔'' (اس طرح سے مشابہت کا شبہ باقی نہیں رہے گا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ؐ کا وصال ہوگیا۔

اسی وجہ سے فقہاء کرام فرماتے ہیں: کہ صرف عاشوراء کا روزہ نہ رکھا جائے، بلکہ اس کے ساتھ ۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ بھی ملالیا جائے؛ تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت سے بچ سکیں، اس نبوی تعلیم سے یہ بات سمجھ لینا چنداں مشکل نہیں کہ کسی کارِ خیر میں بھی یہود سے مشابہت یا موافقت کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا؛ چہ جائیکہ! دوسری عادات یا معاملات میں ان سے مشابہت کو قبول کرلیا جائے!

صحیح مسلم کی ہی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش بھی زمانہ جاہلیت میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے۔

''عن عائشۃ رضي اللہ عنہا قالت: کانت قریش تصوم عاشوراء في الجاهلیة، وکان رسول اللہ ﷺ یصومہ، فلما هاجر إلی المدینۃ صامه وأمر بصیامه، فلما فرض شهر رمضان، قال: من شاء صامه، ومن شاء ترکه.'' (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم عاشوراء، رقم الحدیث: ۱۱۲۵، ۷۹۲/۲، دار الکتب العلمیۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے، جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، تو وہاں بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، پھر جب ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی فرضیت کا حکم آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اختیار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جو چاہے عاشورا کا روزہ

رکھے، جو چاہے نہ رکھے۔"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے قبل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی عادت شریف روزہ رکھنے کی تھی اور ہجرت کے بعد دوسروں کو بھی تاکید فرمائی تھی۔

ماہ محرم الحرام میں دوسرا حکم:

عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے یا کسی بھی اعتبار سے وسعت کرنا، اس کی خاص فضیلت وارد ہے، چنانچہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من وسّع علی عیالہ فی یوم عاشوراء، وسع اللہ علیہ السنة کلھا." (شعب الإیمان للبیھقی، کتاب الصیام، صوم التاسع والعاشر: ۳/۳۶۵)

ترجمہ: "جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے میں وسعت فراخی کرے گا، اللہ تعالیٰ سارا سال اس پر (رزق) میں وسعت فرمائے گا۔"

اگرچہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر کلام ہے، مگر محدثین کی تصریحات کے مطابق ایسی روایات جو مختلف طرق سے مروی ہوں، ان کی مختلف اسناد کی وجہ سے ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے؛ اس لئے اس کو فضائل میں بیان کرنے پر کوئی بڑا اشکال باقی نہیں رہتا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس مضمون کی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ھذہ الأسانید وإن کانت ضعیفة، فھی إذا ضم بعضھا إلی بعض، اخذت قوة. واللہ اعلم." (شعب الإیمان للبیھقی، کتاب الصیام، صوم التاسع والعاشر: ۳/۳۶۵)

یعنی: "اگرچہ ان روایات کی سندوں میں ضعف ہے، لیکن ان میں مجموعی طور پر اتنی بات ضرور پائی جاتی ہے کہ ان اسانید کو ملا لیا جائے تو قوت کی شکل بن جاتی ہے۔" ☆......☆

تبصرہ کتب

نام کتاب:...... **تحریک ختم نبوت منزل بہ منزل (جلد دوم)**

ترتیب وتبویب:...... **مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی**

ناشر:...... قاضی احسان احمد اکیڈمی مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ، صدیق آباد، جلال پور پیروالا روڈ، شجاع آباد سیل: 0300-6347103

ضخامت:...... ۴۳۶ قیمت:...... ۴۰۰ روپے

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ کے ناظم و انچارج ہیں اور کئی ایک کتب کے مرتب۔ متذکرہ بالا کتاب تحریک ختم نبوت منزل بمنزل کی دوسری جلد ہے، جس میں قادیانیوں کی "تاریخ احمدیت" کو سامنے رکھ کر پہلا باب ترتیب دیا گیا ہے، دوسرے باب میں تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں علماء دیوبند کی خدمات اور تصنیفی محنت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز دارالعلوم دیوبند کے بانی حجة الاسلام، قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے بہت پہلے، ختم نبوت کی تین اقسام ختم نبوت مرتبی، ختم نبوت زمانی، ختم نبوت مکانی بیان کرکے ہر قسم کی نبوت کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بند ماننے کا اعلان کرکے قادیانیت کا قلع قمع فرمادیا۔ دوسرا باب دارالعلوم دیوبند کی خدمات سے متعلق ہے جبکہ تیسرے باب میں تلمیذ حضرت نانوتوی مولانا احمد حسن امروہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ، شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور دوسری کئی ایک شخصیات جو مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی تحریک ختم نبوت، ردعیسائیت اور تحریک آزادی کے سلسلہ میں خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ متذکرہ بالا کتاب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر ملتان، لاہور، پشاور، نوشہرہ، کراچی، اسلام آباد سے مل سکتی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کے عہدیداران کی تشکیل

صوبہ خیبر پختونخواہ کے صوبائی امیر مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کی ہدایات کے مطابق ضلع بنوں کی بہت سی یونین کونسلوں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل ہوئی۔ بعدازاں تمام یونین کونسلوں کے عہدیداروں کا ایک اجلاس مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کی ہدایات کے مطابق منعقد ہوا، جس میں درج ذیل عہدہ داران تشکیل دیئے گئے:

امیر:...... مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی۔

نائب امیر:...... شیخ الحدیث مولانا شمس الحق حقانی،

ناظم اعلیٰ:...... شیخ الحدیث مولانا قاری یوسف نقشبندی

ناظم تبلیغ:...... مولانا مفتی شہید نواز

ناظم نشر واشاعت:...... حاجی محمد ایاز ناظم مالیات:...... مولانا قاری زبید اللہ

واضح رہے کہ مجلس کے دستور کے مطابق ہر تین سال بعد ممبر سازی ہوتی ہے۔ ممبر سازی کے بعد انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ آئندہ ممبر سازی تک مندرجہ بالا حضرات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدہ داران ہوں گے۔ ان کے علاوہ کوئی اور کابینہ وشوریٰ نہیں ہوگی۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

اردو کے نفاذ کا مستحسن فیصلہ

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

دنیا کی تمام اقوام کی اپنی اپنی زبانیں ،اپنی تہذیب اور اپنا کلچر ہوتا ہے اور ہر ملک کے باسی اپنی زبانوں کو اپنی شناخت سمجھتے ہیں ،اپنی تہذیب کو اپنی پہچان بناتے ہیں اور اپنے کلچر پر انہیں مان ہوتا ہے لیکن ہم ایسی بدقسمت قوم ہیں جو اپنی زبان پر شرمسار ،اپنی تہذیب سے بیگانہ اور اپنے کلچر پر معذرت خواہانہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں ۔قیام پاکستان سے لے کر آج تک ہمارا اپنی قومی زبان سے جو طرز عمل رہا وہ سب کے سامنے ہے ۔ہم زبانی طور پر تو یہ کہتے رہے کہ اردو ہماری قومی زبان ہے لیکن ہم نے اس زبان کو اپنے دفاتر ،اپنے تعلیمی اداروں ،اپنے گھروں حتیٰ کہ اپنی زندگیوں سے بے دخل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ۔صرف یہی نہیں کہ ہم نے اردو کے ساتھ سوتیلوں والا سلوک کیا اور ہمیشہ اردو کے بارے میں معذرت خواہانہ طرز عمل اپنایا بلکہ رفتہ رفتہ اردو خواں اور انگریزی داں نامی دو الگ الگ طبقے معرض وجود میں آ گئے ۔جیسے ہندوؤں میں ذات پات اور برادریوں کے اعتبار سے اونچ نیچ کے تصورات پائے جاتے ہیں ہمارے ہاں یہ تصورات اردو اور انگریزی کے ساتھ در آئے اور قوم دو طبقوں میں بٹ گئی اور ہر گزرتے دن کے ساتھ ان طبقات کے مابین دوریاں بڑھتی چلی گئیں ۔

واضح رہے کہ انگریزی سیکھنا ،پڑھنا یا بولنا کوئی معیوب بات نہیں بلکہ زبان سیکھنے اور جاننے کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے ۔اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو دیگر زبانیں سیکھنے کی تاکید فرمائی لیکن اصل مسئلہ مرعوبیت کا ہے ۔ہمارے سامنے جاپان ،چائنہ اور دنیا کے دیگر خطوں میں بسنے والی ان اقوام کی مثالیں بھی ہیں جو اپنی زبان اور اپنی تہذیب سے دستبردار نہیں ہوئے ۔جنہوں نے اپنی زبان اور اپنے کلچر کی قیمت پر ترقی نہیں کی بلکہ وہ اپنی زبان بولتے رہے اور علم و ہنر کی منازل طے کرتے چلے گئے ۔مجھے دنیا کے مختلف ممالک میں جانے کا موقع ملا کئی ایسی اقوام دیکھیں جو انگریزی بولنے کو اپنی توہین سمجھتی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی برق رفتار ترقی انسان کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے ۔

ہمارے نظام تعلیم کا افلاس ملاحظہ کیجئے کہ بچوں پر دوہرا بوجھ ڈالا جاتا ہے انہیں فن الگ سے سیکھنا پڑتا ہے اور زبان کا بوجھ الگ سے برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ایسے طلباء جن کے لئے زبان سیکھنا لازم ہو یا جو انگریزی کو ایک مضمون کے طور پر پڑھنا چاہتے ہوں ان کا معاملہ تو جدا ہے لیکن ایسے طلباء جنہوں نے جغرافیہ ،ریاضی ،تجارت ،سائنس اور دیگر فنون پر دسترس حاصل کرنی ہو انہیں تو کم از کم زبان کے بکھیڑوں میں نہیں ڈالنا چاہیے ۔ڈاکٹر عبدالقدیر خان اور ان جیسے دیگر سائنسدانوں اور زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کی مثال سامنے رکھنی چاہیے کہ وہ لوگ زبان کے جھنجھٹ میں نہیں پڑے تو انہوں نے ملک وملت کی منفرد نوعیت کی خدمات سرانجام دیں اور جنہیں شروع سے ہی زبان کے بکھیڑوں میں الجھایا گیا ان کی منزل پاکستان اور پاکستان کا مستقبل بھی رہا ہی نہیں ان کی منزل اور ان کے خوابوں میں کوئی اور ہی دنیا بستی ہے اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جیسے تیسے بن پڑے وہ سات سمندر پار اپنے خوابوں کی دنیا میں جا بسیں ۔اور جب وہ اپنے خوابوں کے جزیروں میں جا بستے ہیں تو پھر ان کی ساری عمر یونہی پرائے دیسوں کی نوکری میں بسر ہوتی ہے اور ان کی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں غیروں کی چاکری میں صرف ہو جاتی ہیں ۔

اردو کے نفاذ کا فیصلہ تو یقیناً خوش آئندہ ہے لیکن یہ خواب اس وقت تک کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے نظام تعلیم کی اصلاح نہ کر لی جائے ۔نظام تعلیم میں جو مختلف طبقاتی سسٹم کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت متعارف کروائے گئے اور پہلی اینٹ ہی اس انداز سے رکھی جاتی ہے کہ ایک قسم کے اسکولز میں پڑھنے والے خود کو اس ملک کے مستقبل کا وارث اور قوم کا حکمران سمجھنے لگتے ہیں جبکہ دوسرے طبقے کے بچے رفتہ رفتہ خوئے غلامی سیکھ جاتے ہیں اس صورتحال سے بھی قوم کو نجات دلانے کی ضرورت ہے ۔یہ جو گزشتہ کچھ عشروں سے مدرسہ ریفارمز مدرسہ ریفارمز کی رٹ لگا کر ہم نے باقی تمام شعبوں کو اصلاحات سے مبرا قرار دے رکھا ہے اس طرز عمل سے چھٹکارا پا کر مجموعی طور پر ایجوکیشن ریفارمز کی تحریک میں بدلنا ہوگا تب اس ملک وملت کا مقدر بدل سکے گا ۔

اردو کے نفاذ کی یہ ابتدائی کوششیں یقیناً لائق تحسین ہیں لیکن یاد رہے کہ بیوروکریسی اور نوکر شاہی کے وہ کل پرزے جو حقیقی معنوں میں اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک ہوتے ہیں وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہیں گے کہ ان کے اور قوم کے درمیان انگریزی زبان کی جو دیوار بڑی مشکل سے چنی گئی اسے سپریم

کورٹ کے ایک حکم کی بنیاد پر ڈھا دیا جائے۔اگر 1973ء کے آئین پاکستان میں اردو کا سرکاری اور قومی زبان قرار پانا ہمارے ارباب بست وکشاد کا کچھ نہیں بگاڑ پایا تو اب سپریم کورٹ کا آرڈر کیا کر پائے گا؟ بلکہ ہماری اطلاع کے مطابق حکومت پاکستان نے تاحال سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر عملدرآمد کے احکامات سرکاری محکموں اور دفاتر کو جاری نہیں کیے،اس لئے اردو کے نفاذ کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لئے جہد مسلسل کی ضرورت ہے اور مسلسل پہریداری کا تقاضہ ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اردو کا یہ حشر ہو چلا ہے کہ آج کل کے بچوں کو اردو لکھنا اور پڑھنا بھی نہیں آتی ، بچے تو دور کی بات سکولوں میں ان کے اساتذہ کو بھی اردو سے دور کا کوئی واسطہ نہیں ،اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کو اپنی قومی زبان سے روشناس کروائیں،اردو لکھنے پڑھنے والوں کو ان کا صحیح مقام دیا جائے،ان کی حوصلہ افزائی کی جائے،ہمارے تعلیمی اداروں میں اردو پڑھانے والے اساتذہ کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی اور اردو کو سب سے آسان مضمون سمجھ کر اس کی تدریس کی ذمہ داری نااہل لوگوں کے سپرد کر دی جاتی ہے ،جس کے نتیجے میں آج ہماری نئی نسل اپنی قومی زبان سے نابلد ہوتی جا رہی ہے ۔یہ طرز عمل نظر ثانی کا متقاضی ہے۔

اسی طرح گزشتہ کچھ عرصے سے ہمارے ہاں انگلش گزیدہ اردو کا نیا رواج چل نکلا ہے ،جو شخص گفتگو میں دو چار الفاظ انگریزی کے بول لے اسے بڑا پڑھا لکھا سمجھا جاتا ہے اور جسے انگریزی کے دو چار الفاظ آ جائیں وہ بھی دوسروں کو مرعوب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا،اردو کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے اس طرز عمل پر بھی غور کرنا ہوگا،اپنی قومی زبان کی ترویج کے لئے پوری قوم کو مل کر کوششیں کرنی ہوں گی،چند روز قبل کے اخبار میں خبر چھپی ہے کہ وزیراعظم پاکستان کے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس سے اردو میں خطاب کرنے پر غور کیا جا رہا ہے،یہ ایک اچھی خبر ہے،اگر عالمی سطح پر ایسی روایات قائم کی جائیں گی تو اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور اس سے ہماری زبان اور تہذیب کو بھی شناخت ملے گی۔☆☆

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

صبح ازل کا مہر درخشاں صلی اللہ علیہ وسلم
ہادی برحق شارح قرآں صلی اللہ علیہ وسلم
نور ہدایت، ختم رسالت، آیۂ رحمت، مہر نبوت
حاصل دنیا، حاصل ایماں صلی اللہ علیہ وسلم
(اسماعیل خان)

ہادی برحق، محسن انساں صلی اللہ علیہ وسلم
اسم محمد کیوں نہ ہو عنواں صلی اللہ علیہ وسلم
سر پہ ہے تاج ختم نبوت، زیر قدم کونین کی دولت
نام ہے جس کا حرز دل و جاں صلی اللہ علیہ وسلم
(راغب مرادآبادی)

صاحب تاج ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم
صدر نشین بزم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
درس فرقان فرمان اس کا نوع بشر پر احسان اس کا
امن و محبت اس کی شریعت صلی اللہ علیہ وسلم
(روش صدیقی)

اصل فروغ نسل آدم صلی اللہ علیہ وسلم
رونق بزم ہستی عالم صلی اللہ علیہ وسلم
سرور عالم، ختم رسولاں، ہادی دوراں مخزن عرفاں
ذات گرامی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
(سحر گیاوی)

رہبر کامل ہادی دوراں صلی اللہ علیہ وسلم
ان کی محبت حاصل ایماں صلی اللہ علیہ وسلم
واقف ان سے غار حرا ہے، شاہد ان کا کوہ صفا ہے
مرسل خاتم، حامل قرآں صلی اللہ علیہ وسلم
(سید سلیم گیلانی)

معرکہ یمامہ کی سرزمین پر چند گھنٹے!

مولانا عبدالمالک مجاہد

دوسری قسط

تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں اور قدرے تفصیل سے مسیلمہ کذاب کے بارے میں کچھ مزید جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ مورخین کرام نے معرکہ یمامہ پر بہت زیادہ لکھا ہے۔ میں بڑے اختصار کے ساتھ اور نہایت قابل ذکر واقعات ہی ذکر کررہا ہوں، پہلے گزر چکا ہے کہ بریگیڈیئر جاوید اشرف کی معیت میں ہم نے سرزمین یمامہ کا سفر کیا تھا۔

۱۰ر جنوری ۲۰۱۵ء کو جب ہم بریگیڈیئر صاحب کے گھر سے روانہ ہوئے تو ہمارے اس قافلے کے اصل رہبر جناب عبدالحمید قادری تھے، جبیلہ پہنچتے ہی انہوں نے برلب سڑک ایک چھوٹی سی دیوار کے ساتھ گاڑی کھڑی کرنے کا حکم دیا، ہم سب گاڑیوں سے اترے تو ہمارے سامنے ایک پرانا قبرستان تھا، بہ ہی پرانا قبرستان صدیوں پرانا، جس کی قبریں اب ٹوٹ چکی ہیں، ان کی مرمت نہیں کی جاتی، نہ ہی ان پر محرم کے دنوں میں مٹی ڈالی جاتی ہے، کیونکہ اسلامی شریعت میں کوئی ایسا حکم نہیں پایا جاتا۔

ہمیں بتایا گیا کہ یہاں سینکڑوں شہدائے صحابہ کرام کا قبرستان ہے جو مسیلمہ کذاب کی فوجوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے۔ یہ ان مردانِ حق کی قبریں ہیں، جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں۔ ڈاکٹر احمد الہاشمی بہت جذباتی گلوگیر اور رندھی ہوئی آواز میں ان شہدائے کرام کا ذکر کررہے تھے، اب تو یہاں بڑی کھلی شاہراہ بن گئی ہے۔ قبرستان خاصی نشیبی جگہ پر ہے، یمامہ کا محاذ جنگ بہت لمبا چوڑا تھا، بلاشبہ کتنے ہی مربع میل تک پھیلا ہوا یہ علاقہ اب بھی اس معرکہ کی یاد دلاتا ہے۔

یمامہ کی سرزمین سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری دور میں بنوحنیفہ کے بارہ اشخاص پر مشتمل ایک وفد مدینہ طیبہ آتا ہے۔ وفد کے لیڈر کا نام سلمٰی بن حنظلہ ہے، یہ لوگ انصار کی ایک عورت مسلمہ بنت حارث کے گھر آکر ٹھہرتے ہیں، خاتون نے ان کی ضیافت کی، صبح وشام ان کی ضیافت روٹی، گوشت، دودھ اور کھجوروں سے ہوتی تھی، جب یہ لوگ مسجد نبوی میں آئے تو مسلمان ہوگئے۔ مسیلمہ کو اپنی رہائش گاہ پر ہی چھوڑ آئے، جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو اللہ کے رسول نے انہیں چاندی کے پانچ پانچ اوقیہ عطیہ دیا اور مسیلمہ کے لئے بھی اتنا ہی عطیہ دیا، کیونکہ انہوں نے آپؐ سے کہا تھا کہ وہ ان کی قیام گاہ میں موجود ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ اخلاق تھا کہ آپؐ نے مسیلمہ کو بھی عطیہ مرحمت فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”وہ تم سے مقام ومنزلت کے لحاظ سے کمتر نہیں۔“

مسیلمہ کذاب نے مسلمان ہونے سے انکار کیا اور کہا: ”اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد حکومت مجھے دے جائیں تو میں ان کی پیروی کرلوں گا۔“ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی کا ایک ٹکڑا تھا، آپؐ نے فرمایا: ”اگر تم مجھ سے کھجور کی ٹہنی کا یہ ٹکڑا بھی مانگے تو یہ بھی میں تجھے نہیں دوں گا۔“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا، جس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اللہ کے رسول نے فرمایا: ”میں سویا ہوا تھا، میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے تو ان کنگنوں کی موجودگی کے باعث میں قدرے پریشان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حالت نیند ہی میں مجھے وحی کی کہ آپ انہیں پھونک ماریں تو یہ اڑ جائیں گے، میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ اس کی تاویل میں نے یہ کی کہ میرے بعد دو کذاب ظاہر ہوں گے، ایک اسود عنسی اور دوسرا مسیلمہ۔“

جب بنوحنیفہ کا یہ وفد واپس یمامہ پہنچا تو اللہ کا یہ دشمن مرتد ہوگیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کردیا، کہنے لگا: ”میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کار نبوت میں شریک ہوں۔“ جو وفد مدینہ سے آیا تھا، اس میں رجال بن عنفوہ بھی تھا، یہ مسلمان ہونے کے بعد کچھ عرصہ اللہ کے رسول کی صحبت میں بھی رہا، کچھ قرآن بھی سیکھا، یہ بدبخت بھی مرتد ہوگیا، اس نے مسیلمہ کے حق میں جھوٹی گواہی دی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری موجودگی میں مسیلمہ کو کار نبوت میں شریک کرلیا تھا، اسے جو قرآن یاد تھا، اس میں سے کچھ حصہ مسیلمہ کو پہنچادیا، اس کذاب نے ان قرآنی آیات کو اپنی طرف منسوب کرلیا، اس کی اس حرکت سے بنوحنیفہ میں بڑا فتنہ پیدا ہوا۔

اللہ کے رسولؐ کے پاس ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے ایلچی بن کر مدینہ شریف آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ”کیا تم دونوں یہ

گواہی اور شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' وہ کہنے لگے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں کسی ایلچی کو قتل کرتا ہوتا تو تم دونوں کو ضرور قتل کر دیتا'' مگر اس کے برعکس ایک اور منظر دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کے ایلچی حبیب بن زید مسیلمہ کے پاس جاتے ہیں۔ یہ مشہور صحابیہ ام عمارہ سیدہ نسیبہ بنت کعب کے صاحبزادے تھے۔ ان کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دی، مگر انہوں نے بڑی جرأت اور قوت کے ساتھ اس کی دعوت کو رد کر دیا، اس کے منہ پر صاف کہہ دیا کہ وہ اس کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ مسیلمہ نے ان پر تشدد و تعذیب کا حکم جاری کیا، ان کو بری طرح مارا اور پیٹا گیا۔ یہ تعذیب اتنی سخت تھی کہ اسے کوئی صاحب ایمان اور صاحب عقیدہ شخص ہی برداشت کر سکتا ہے، اس مار پیٹ کے بعد انہیں ایک بار پھر مسیلمہ کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ اس طرح مکالمہ ہوتا ہے۔

مسیلمہ کذاب: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حبیبؓ بن زید: مجھے تمہاری بات سنائی نہیں دے رہی۔

مسیلمہ کذاب: کیا گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟

حبیبؓ بن زید: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

مسیلمہ کذاب: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

حبیبؓ بن زید: میں نے تمہاری بات نہیں سنی۔

مسیلمہ کذاب: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟

حبیبؓ بن زید: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

مسیلمہ غصے سے بے قابو ہو جاتا ہے کہ جب میں اپنے رسول ہونے کی بات کرتا ہوں تو تُو کہتا ہے کہ میرے کان تمہاری بات نہیں سنتے اور جب محمد کے رسول ہونے کی بات کرتا ہوں تو کہتا ہے، ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وہ غصے سے دھاڑتے ہوئے بولا: حبیب کے جسم کا ایک ایک حصہ میرے سامنے کاٹا جائے۔ جلاد آگے بڑھتا ہے، ان مظلوم کے جسم کو کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ مسیلمہ کہہ رہا ہے: اب بھی باز آ جاؤ، تمہاری جان بچ سکتی ہے، مگر حبیب بن زید کا ایمان تو کوہ ہمالیہ سے بھی بلند و بالا ہے۔ فرماتے ہیں: یہ تو ایک جان ہے، اگر ایسی ہزاروں جانیں ہوں تو وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر قربان ہیں۔ جسم کے اعضا کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ مگر ان کی زبان سے بلند آواز میں: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے مقدس کلمات جاری ہیں۔

ایسے ہی مواقع پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''جن لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کی۔''

جسم کا ایک ایک عضو کٹ جائے، پروا نہیں ہے۔ جان تو ایک ہی بار نکلتی ہے پھر ہمیشہ ہمیشہ کی جنتیں ہیں، پھر اس استقامت اختیار کرنے والوں کو صلہ یہ ملتا ہے:

ترجمہ: ''ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جو ان کو خوشخبریاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ڈرو نہیں غم نہ کرو، تمہیں ہم اس جنت کی بشارت دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔''

حبیبؓ صبر و استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے ہیں۔ ایک متکبر، باغی اور طاغی کی پوری قوت اور طاقت بھی انہیں عقیدہ ختم نبوت سے پیچھے نہیں ہٹا سکی۔ بلاشبہ سیدنا حبیب شہید ہو گئے، مگر آنے والی نسلوں کو یہ پیغام دے گئے کہ ختم نبوت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی دی جا سکتی ہے۔

سیدنا حبیبؓ بن زید کی والدہ سیدہ نسیبہ بڑی ہی عظیم خاتون تھیں، یہ کوئی عام خاتون نہ تھیں۔ غزوہ احد میں اللہ کے رسول کا دفاع کرنے والوں میں مردوں کے شانہ بشانہ ام عمارہؓ نسیبہ بنت کعب بھی پیش پیش تھیں، وہ چند مسلمانوں کے درمیان لڑتی ہوئی ابن قمۂ کے سامنے آ گئیں، اس نے ان کے کندھے پر تلوار ماری، جس سے ان کو گہرا زخم آیا۔ انہوں نے ابن قمۂ کو اپنی تلوار کی کئی ضربیں لگائیں، لیکن وہ دشمن خدا دو زرہیں پہنے ہوئے تھا، انہیں اس روز بارہ زخم آئے۔ سیدنا حبیبؓ بن زید انصاری کو جنم دینے والی یہ خاتون بڑی عظیم ماں تھیں، جب انہیں مسیلمہ کے ہاتھوں اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو ام عمارہ نہ روئیں نہ چلائیں، انہوں نے بڑے عزم اور جرأت کے ساتھ فرمایا تھا: ''اسی طرح کے کارناموں کے لئے تو میں نے اپنے بیٹے کو تیار کیا تھا، میں تو اپنے رب تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتی ہوں۔''

یہ عظیم ماں اپنے بیٹے حبیبؓ پر ہونے والے ظلم و ستم کو کبھی بھولی نہیں۔ جب سیدنا خالدؓ بن ولید معرکہ یمامہ کے لئے روانہ ہوئے تو لشکر اسلامی کے ساتھ یہ عظیم ماں بھی اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ بن زید کے ساتھ مدینہ سے نجد کا سفر کرتی ہیں، وہ اپنی آنکھوں سے بیٹے کے قاتل کا انجام دیکھنا چاہتی تھیں۔ بالآخر وہ دن آ پہنچا جب مرتدین کے سرغنہ اور ختم نبوت کے باغی بنو حنیفہ کے سردار مسیلمہ بن حبیب کو قتل کیا جاتا ہے۔ ان کا بیٹا عبداللہ اس دشمن دین کو جہنم رسید کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مسیلمہ کو

اس کے بُرے انجام تک پہنچانے والے گروہ صحابہ میں یہ بھی شامل تھے۔ سیدہ ام عمارہ نسیبہ بھی اس معرکے میں شدید زخمی ہوتی ہیں۔اس معرکہ میں ان کا ایک ہاتھ کٹ جاتا ہے۔سیدنا خالد بن ولید کو معلوم ہوا تو انہوں نے علاج کے لئے خصوصی طبیب بھیجا، جس نے ان کے بازو کو گرم تیل میں داغا۔سیدہ اپنے انہی زخموں کی تاب نہ لاتی ہوئی کم وبیش ایک سال کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ کے دور میں مدینہ منورہ میں وفات پاتی اور بقیع الغرقد میں دفن ہوتی ہیں۔

قارئین کرام اوپر والا واقعہ لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مسلمانوں نے شروع دن ہی سے بڑی بڑی عظیم الشان قربانیاں دی ہیں۔

مسیلمہ کا فتنہ روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ بالآخر یہ شخص اپنی قوم کا ہیرو بن جاتا ہے، جب اس نے شراب اور زنا کو حلال کیا تو اس کا اپنی قوم میں احترام مزید بڑھ گیا۔ یہ بدبخت اس وقت سو سال سے زیادہ عمر کا تھا، مگر اس کے باوجود بڑا قوی البدن تھا، عمر کے اس حصے میں بھی یہ قیادت اور سیادت کا متمنی تھا، اس کی قوم میں عصبیت اس حد تک آ گئی کہ اس کے قبیلے کے ایک سردار طلحہ النمری نے ایک دن مسیلمہ سے پوچھا: تمہارا اور تمہاری وحی کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے وحی اندھیرے میں آتی ہے تو طلحہ النمری نے اسے کہا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں، لیکن ربیعہ قبیلے کا جھوٹا نبی ہمیں مضر قبیلے کے سچے نبی سے زیادہ پسند ہے۔“

قارئین کرام کی دلچسپی اور معلومات کے لئے عرض ہے کہ اللہ کے رسول کا تعلق عرب قبائل کے مشہور سلسلے بنو مضر سے تھا اور بنو حنیفہ جو مسیلمہ کذاب کا قبیلہ تھا اس کا تعلق دوسری مشہور شاخ بنو ربیعہ سے تھا۔

مسیلمہ کو اپنی قوم میں اتنی عزت اور شہرت ملی کہ اسے یمامہ کا رحمان کہا جانے لگا، اس نے اسی دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط بھی لکھا:

”اے محمد! مجھے اس کام میں آپ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہے، آدھی حکومت ہمارے لئے اور آدھی حکومت قریش کے لئے ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب میں لکھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام اما بعد، جان لو کہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام متقین ہی کے حق میں ہوگا۔“

مسیلمہ کذاب نے اپنے مریدین کو متاثر کرنے کے لئے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس پر بھی وحی نازل ہوتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: میں بنو حنیفہ کی ایک مسجد کی پاس سے گزرا تو وہ ایسی قرأت پڑھ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں اتاری۔ قرآن پاک کے بے شمار اعجازات میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کا چیلنج ہے کہ ساری دنیا کے جن وانس مل کر بھی قرآن کریم کی ایک سورت نہیں بنا سکتے، اب ذرا قرآن کے مقابلے میں جو ہفوات مسیلمہ نے بیان کیں، آیئے ان کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔ غالباً یہ سورت العادیات کے مقابلہ میں بنائی گئی عبارت تھی:

”اور قسم ہے اچھی طرح پینے والوں کی اور آٹا گوندھنے والیوں کی اور روٹی پکانے والیوں کی اور ثرید بنانے والیوں کی اور لقمے لینے والوں کی۔“

ذرا ان الفاظ پر غور کریں، کیا ان میں کوئی معنی و مفہوم پایا جاتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اس کے ان ہفوات کو ذرا سی بھی سمجھ بوجھ رکھنے والے افراد نے فوری طور پر رد کر دیا۔ سیدنا عمرو بن العاصؓ اپنے دور کے نہایت ذہین وفطین شخص تھے۔ اسلام لانے سے قبل زمانہ جاہلیت میں وہ مسیلمہ کے پاس گئے تو اس نے عمرو سے پوچھا: ذرا بتائیں اس وقت تمہارے ساتھی پر کیا کلام اترا ہے؟ عمرو بن العاص نے کہا: ایک مختصر مگر نہایت بلیغ اور جامع سورت ان پر نازل ہوئی ہے۔ اس نے کہا: ذرا سناؤ وہ کیا ہے، انہوں نے سورہ ”العصر“ سنادی۔ مسیلمہ نے کچھ دیر سوچا پھر سر اٹھایا اور کہنے لگا: مجھ پر بھی اس جیسی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ عمرو نے اس سے پوچھا وہ کیا ہے؟ مسیلمہ نے کہا: وہ اس طرح ہے: ”یاوبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حقر نقر۔“ مسیلمہ نے داد طلب نگاہوں سے عمرو بن العاصؓ کی طرف دیکھا اور کہا: ہاں عمرو! تمہارا اس سورت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ عمرو نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔“ اس پر مسیلمہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بنو حنیفہ کا ایک وفد آیا تو خلیفۃ الرسول کے اصرار پر انہوں نے آپ کو مسیلمہ کا کچھ کلام سنایا:

”اے مینڈکی جو دو مینڈکوں کی بیٹی ہے، تمہارے لئے پانی صاف ہے، تم پانی کو گدلا نہیں کرتی ہو، نہ پینے والے کو منع کرتی ہو، تمہارا سر پانی میں اور دم کیچڑ میں ہوتی ہے۔“

اب اس قسم کی لایعنی اور فضول گفتگو کو کون سی عقل سلیم ہے جو تسلیم کرے، مگر شیاطین جن وانس ان چیزوں کو اتنا مزید کرکے پیش کرتے ہیں کہ بعض سمجھدار لوگ بھی راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ہر نماز میں سورۂ فاتحہ لازمی طور پر پڑھیں اور اس میں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے: ”اھدنا الصراط المستقیم“ ...اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ دکھا....“ (جاری ہے)

مرادِ رسول

امیر المومنین سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ترتیب: اسحاق چوہدری

امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ پینسٹھ سال زندہ رہے۔ آپؓ کی زندگی کا نصف حصہ گمنامی میں گزرا۔ آدھی زندگی عظمت کی روشنی میں گزری جبکہ وہ ایک بزرگ ترین ہستی اور نادر روزگار شخصیت تھے۔ نقطۂ انقلاب وہ لمحہ تھا جب انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ درحقیقت عمرؓ اسی گھڑی پیدا ہوئے اور یہیں سے ان کی تاریخی زندگی کا آغاز ہوا۔

قبول اسلام سے قبل آپؓ نے تیس سال گزارے، اس زمانے میں ہم ان کے بارے میں صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ خاندان بنو عدی سے ہیں اور بنو عدی قریش کی دس شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ وہ قریش کے سفیر تھے، جب بھی کسی کے ساتھ قریشیوں کی جنگ ہو جاتی تو وہ انہیں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے اور اگر ان کے مقابلے پر کوئی فخر کرنے کے لئے آتا تو وہ انہیں ہی مقابلے کے لئے منتخب کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تھا، لہٰذا ان کی زندگی میں ایسی مبارک گھڑی رکھ دی جو انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیتی ہے اور ایک عالم سے دوسرے عالم میں پہنچا دیتی ہے، جیسے کوئی شمال کی جانب جاتے جاتے ذرا پھر جائے اور رخ بدل کر قبلہ رُو چلنے لگے۔ یہ تو ایک خدائی بخشش ہوتی ہے کہ انسان دوزخ کی طرف جاتے جاتے جنت کی طرف چلنے لگتا ہے۔ ایک ہم ہیں کہ بڑی عمدہ قرأت آواز سے سورۂ طٰہٰ سنتے ہیں، مگر غفلت قلبی کے باعث ہم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے صرف ایک دفعہ اس کی چند آیات سنیں اور ان کی دنیا ہی بدل گئی۔

گو وہ عام لوگوں کی طرح کے ایک انسان تھے، جو کھاتے پیتے ہیں اور مر جاتے ہیں، نہ ان کی زندگی کا کسی کو احساس ہوتا ہے اور نہ موت کا کچھ غم، مگر عمر بن الخطابؓ ایک ایسے نادر روزگار شخصیت تھے جن کے مناقب و فضائل نے مورخین کو تھکا دیا ہے۔

دورِ جاہلیت میں عمرؓ اہل قریش میں، مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ سخت تھے، ایسا اس لئے تھا کہ عمرؓ ہر معاملے میں انتہا پسند تھے، جب بھی وہ کسی گروہ یا کسی خیال کی تائید کرتے تو اپنی پوری طاقت صرف کر دیتے، مخلص لوگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آئی ہے۔

سب سے پہلے نورِ ایمان کی شعاع ان پر اس وقت پڑی جب انہوں نے دیکھا کہ قریش کی عورتیں اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر دور دراز کے سفر پر جا رہی ہیں، کیونکہ وہ ان سے اور ان جیسے لوگوں کے مظالم سے تنگ آ گئی تھیں، یہ دیکھ کر ان کا دل پسیج گیا اور ان کے ضمیر نے انہیں ملامت کی، انہیں رحم آ گیا اور ایک ایسا جملہ کہا جس کی عمرؓ جیسے انسان سے توقع نہ تھی۔

ام عبداللہ بنت خثمہؓ کا بیان ہے کہ جب ہم حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاریاں کر رہے تھے تو عمرؓ آئے اور میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے، ان سے ہمیں سخت تکلیفیں پہنچتی رہتی تھیں، کہنے لگے: ام عبداللہؓ! کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! قسم بخدا ہم کہیں اور چلے جائیں گے، خدا کی زمین بڑی وسیع ہے، تم نے تو ہمیں تنگ کر مارا، اللہ ہمیں کشائش عطا فرمائے گا۔

عمرؓ بولے: ''خدا تمہارا ساتھ دے۔'' میں نے انہیں اس قدر رقیق القلب کبھی نہ دیکھا تھا، جب عامر بن ربیعہؓ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے، تو میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا، وہ بولے: کیا یہ توقع ہے کہ عمرؓ اسلام لے آئے گا؟

کوئی بھی اس بات کی توقع نہیں کر سکتا تھا کہ عمرؓ جیسا انسان بھی داخلِ اسلام ہو سکتا ہے، مگر اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن لی۔ آپؐ نے التجا کی تھی: ''اے اللہ! اسلام کو ابوجہل یا عمر بن الخطابؓ کے ذریعے تقویت بخش، ان دونوں میں سے تجھے جو بھی محبوب ہو اسے مشرف با اسلام فرما۔''

عمرؓ کے لئے یہ امر باعث فخر و فضیلت ہے کہ وہ اللہ کو بہت محبوب ہیں۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں:

''میں اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار رہتا تھا، ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپؐ مجھ سے پہلے خانہ کعبہ میں پہنچ گئے ہیں تو میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، آپؐ نے سورۃ الحاقہ شروع کی، میں سن رہا تھا اور قرآن کے اسلوب پر تعجب کر رہا تھا، میں نے اپنے دل میں کہا: بخدا یہ تو شاعری ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ اس آیت پر پہنچے:

ترجمہ: ''یہ پاک فرشتے کے ذریعے اتارا

ہوا (اللہ تعالیٰ) کا کلام ہے۔ کسی شاعر کا نہیں، مگر تم لوگ بہت کم ایمان لاتے ہو۔"

میں نے اپنے دل میں کہا: یہ تو کاہن ہے، پھر آپ نے اس کے آگے یہ آیات پڑھیں:

ترجمہ: "نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے، مگر تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو، یہ تو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے، اگر وہ ہم پر کوئی (جھوٹی) بات لگاتا، تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ دل کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی بھی اسے ہم سے نہ بچا سکتا۔"

یہ آیتیں سن کر ایمان میرے دل میں گھر کر گیا۔

قریش نے جمع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کیا، تو کہنے لگے: ہے کوئی جو محمد کو قتل کرے؟ عمر بن الخطاب بولے: ہاں، میں ذمہ لیتا ہوں۔ وہ سب ایک زبان ہو کر کہنے لگے: اے عمر! بے شک، یہ کام تم ہی انجام دے سکتے ہو۔

آپ سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تلوار حمائل کئے رسول اور اصحاب رسول کی تلاش میں نکل پڑے، ابوبکر، علی، حمزہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں مقیم تھے، یہ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے ساتھ نہ گئے تھے۔ عمرؓ کو لوگوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کے ہمراہ صفا پہاڑ کے دامن میں حضرت ارقمؓ کے گھر مقیم ہیں۔ راہ میں نعیم بن عبداللہ النحامؓ ملے، تو دریافت کرنے لگے: عمر کہاں؟

آپ نے فرمایا: اس بے دین کی طرف، جس نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے، انہیں بے وقوف بناتا ہے، ان کے دین کی مذمت کرتا ہے اور ان کے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے، میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ نعیم نے کہا: عمرؓ! تم ٹھیک راہ نہیں چلے، تمہیں دھوکا ہوا ہے۔ یہ بہت زیادتی ہے۔ کیا: بنو عدی کو ہلاک کرنا چاہتے ہو تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تم نے محمد کو قتل کر دیا تو بنو عبد مناف تمہیں زندہ چھوڑ دیں گے؟

باتیں کرتے کرتے دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، تو حضرت عمرؓ بولے: "میں سمجھتا ہوں کہ تو بھی بے دین ہو گیا ہے، اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو تجھ ہی سے ابتدا کرتا۔"

نعیم نے یہ دیکھا کہ آپؓ باز آنے والے نہیں ہیں، تو کہا: "سنو! تمہارے گھر والے اور تمہارے بہنوئی کے گھر والے مسلمان ہو چکے ہیں۔ تمہارا ساتھ چھوڑ چکے ہیں اور تمہاری گمراہی کو ٹھکرا چکے ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی تو دریافت کیا: وہ کون ہیں؟ مجھے ان کے نام بتاؤ؟ نعیم نے کہا: تمہارا بہنوئی، چچازاد بھائی اور تمہاری بہن۔

ایک روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ انہیں راہ میں ملے تھے اور انہوں نے دریافت کیا تھا: عمرؓ! کہا کا قصد ہے؟ عمر: محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ (نعوذ باللہ)

سعد: اتنا بڑا کام تو کیسے کر سکتا ہے؟ اگر تو نے محمد کو قتل کر دیا، تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بے خوف اور محفوظ رہ سکے گا؟ عمر: میرے خیال میں تو بھی بے دین ہو گیا ہے اور اپنے آبائی مذہب سے پھر گیا ہے۔

سعد: ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں۔

یہ سنتے ہی عمرؓ نے تلوار سونت لی اور سعدؓ بھی آمادۂ پیکار ہو گئے، ہر ایک نے دوسرے پر وار کئے، قریب تھا کہ وہ دونوں گتھم گتھا ہو جاتے کہ سعدؓ بولے: "اے عمر! تجھے اس سے بھی زیادہ عجیب خبر کیوں نہ سنا دوں؟ تیری بہن اور بہنوئی بھی تیرے آبائی دین کو چھوڑ چکے ہیں۔"

جب حضرت عمر نے یہ بات سنی کہ ان کی بہن اور بہنوئی مشرف بہ اسلام ہو گئے ہیں تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور فوراً ان کے گھر کی طرف چل دیے، دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے دریافت کیا: کون؟ عمر بولے: ابن الخطاب۔ وہ دونوں ہاتھ میں ورق لئے کچھ پڑھ رہے تھے، انہوں نے عمرؓ کی آواز سنی تو جلدی سے دوڑے، لیکن گھبراہٹ میں اوراق کو وہیں بھول آئے۔

عمرؓ اندر داخل ہوئے تو بہن سب کچھ سمجھ گئیں اور ان اوراق کو اپنے پہلو کے نیچے چھپا کر بیٹھ گئیں۔ عمرؓ بولے: یہ گنگناہٹ کی کیسی آواز تھی؟ وہ دونوں سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، بولے: کچھ نہیں، ہم دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عمر: معلوم ہوتا ہے تم دونوں بے دین ہو گئے ہو؟ بہنوئی: عمر اور اگر حق تیرے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب میں ہو تو؟

یہ سنتے ہی عمر نے سعیدؓ پر حملہ کر دیا اور ان کی داڑھی پکڑ لی، دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے، چونکہ عمر بہت قوی تھے، لہٰذا انہوں نے سعید کو زمین پر دے مارا اور انہیں رگید ڈالا، پھر ان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ بہن آگے بڑھیں اور انہوں نے مدافعت کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے ان کے اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا، وہ غصے سے بولیں: اے دشمن خدا! کیا تو مجھے اس لئے مارتا ہے کہ میں اللہ کا ایک کہتی ہوں؟ عمر: ہاں! بہن: تو جو چاہے کر میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں، ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں، خواہ تجھے ناگوار گزرے۔

حضرت عمرؓ نے جو یہ بات سنی تو سخت شرمندہ ہوئے اور بہنوئی کے سینے سے اٹھ کر بیٹھ گئے، بولے: مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جسے تم پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ پڑھنا

چاہتے تھے۔ بہن: ہرگز نہیں۔ عمرؓ: اری تیری بات میرے دل پر اثر کر گئی، مجھے دے تاکہ میں بھی پڑھوں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے ضائع نہیں کروں گا، بلکہ تجھے واپس دے دوں گا۔

بہن: مگر تم ناپاک ہو اور اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، اٹھو غسل یا وضو کر کے آؤ۔

عمرؓ غسل کے ارادے سے کھڑے ہو گئے۔

حضرت خبابؓ آئے تو انہوں نے کہا: کیا تم کتاب الٰہی کو عمرؓ کے ہاتھ میں دینا چاہتے ہو، حالانکہ وہ کافر ہیں۔ فاطمہؓ: ہاں! کیونکہ مجھے توقع ہے کہ اللہ میرے بھائی کو ہدایت عطا کرے گا۔

خبابؓ کوٹھڑی میں چھپ گئے۔ عمرؓ آئے تو بہن نے صحیفہ ان کی طرف بڑھا دیا، اس میں سورۂ طٰہٰ اور دوسری سورتوں کی آیات لکھی تھیں۔

حضرت خبابؓ نے جو یہ بات سنی تو کوٹھڑی سے برآمد ہوئے اور کہا: عمرؓ! مبارک ہو، میں خیال کرتا ہوں کہ پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا مانگی تھی وہ آپ کے حق میں قبول ہوئی کہ اے اللہ اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ذریعہ عزت بخش، ان میں سے جو تجھے محبوب ہو اسے داخل اسلام فرما۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا بتاؤ۔

ان لوگوں نے دیکھا کہ آپؓ سچے دل سے دریافت کر رہے ہیں تو کہہ دیا کہ آپ صفا پہاڑ کے دامن میں قیام پذیر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تلوار حمائل کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب رسولؐ کی طرف چل دیئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا لوگوں نے ان کی آواز سنی تو ڈر گئے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت طلحہؓ دروازے پر پہرہ دے رہے تھے اور رسول اللہ گھر کے اندر تشریف فرما تھے، وحی کا نزول ہو رہا تھا۔

کسی کی کوئی جرأت نہ ہوئی کہ دروازہ کھولے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت زیادہ سخت ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے جو لوگوں کو سہما ہوا پایا تو کہنے لگے: کیا ہوا؟۔

لوگوں نے کہا: عمر بن الخطاب۔

حضرت حمزہؓ: عمر بن الخطاب؟ دروازہ کھول دو، اگر اللہ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو داخل اسلام ہو جائے گا اور اگر ایسا نہیں تو ہم اسے آسانی قتل کر سکتے ہیں۔

لوگوں نے دروازہ کھول دیا، حضرت حمزہؓ اور ایک دوسرے شخص نے انہیں بازوؤں سے پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑ دو، یہ کہہ کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر زور سے کھینچا، عمرؓ بے بس ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے کانپ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرؓ! باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ولید بن مغیرہ جیسی مصیبت تم پر نازل نہ کر دے، پھر فرمایا: ابن الخطاب اسلام لے آ، اے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما۔

حضرت عمرؓ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر مسلمانوں نے بیک زبان اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکے کی گلیاں گونج اٹھیں۔

عمرؓ اسلام لائے تو پورے خلوص کے ساتھ، وہ جس طرح اسلام کے خلاف برہنہ تلوار تھے اسلام کی تائید میں بھی شمشیر برہنہ ثابت ہوئے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم حق پر نہیں ہیں، خواہ زندہ رہیں یا مر جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ بلاشبہ حق پر ہو، خواہ زندہ ہو یا مر جاؤ۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی: تو پھر چھپنا کیا معنی رکھتا ہے؟ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے کہ آپ کو نکلنا پڑے گا۔

جیسا کہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے رسول اللہ بھی بھانپ گئے تھے کہ اب اسلام کی علانیہ تبلیغ کا وقت آن پہنچا ہے اور وہ دعوت اسلام جو کہ کمزور نومولود بچے کی طرح تھی اب قوی ہو گئی ہے، چلنے پھرنے کے قابل بن گئی ہے اور اپنی مدافعت کر سکتی ہے۔ لہٰذا آپ نے علانیہ تبلیغ کا ارادہ فرما لیا اور دو قطاریں بنا کر باہر نکل کھڑے ہوئے، ایک صف میں عمرؓ تھے اور دوسری میں حمزہؓ ان لوگوں کے قدموں سے غبار بلند ہو رہا تھا حتیٰ کہ یہ لوگ خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے۔

قریشیوں نے جو حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کو دیکھا تو سخت غمگین ہوئے، اتنا افسوس انہیں کبھی نہ ہوا تھا، اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فاروق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت ابوبکرؓ کو لوگ خلیفۂ رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے، جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو لوگ انہیں خلیفہ، خلیفۂ رسول کہہ کر پکارنے لگے۔ بعض لوگوں نے کہا تو جو کوئی ان کے بعد خلیفہ بنے گا اسے خلیفہ، خلیفۂ رسول کہا کرو گے؟ اس طرح تو بہت لمبا چوڑا لقب ہو جائے گا، بھائیو! کوئی ایسا لقب سوچو جو ان کے اور بعد میں آنے والے خلفاء کے لئے موزوں ہو۔

گورنر عراق نے آپؓ کی خدمت میں لبید بن ربیعہ عامریؓ اور عدی بن حاتم طائی کو بھیجا، جب وہ دونوں آئے تو انہوں نے اپنی اونٹنیوں کو مسجد کے سامنے بٹھایا اور مسجد میں داخل ہو گئے، دونوں کی ملاقات حضرت عمرو بن العاصؓ سے ہوئی تو وہ کہنے

لگے: ''امیر المومنین کو اطلاع کردیجئے۔'' عمرو بن العاصؓ بولے: ''واہ! تم دونوں نے کیا اچھا لقب چنا ہے۔ ہم مومن اور وہ ہمارے امیر۔''

عمرو بن العاص فوراً حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے اور کہا: السلام علیکم یا امیر المومنین! حضرت عمرؓ نے دریافت کیا: یہ لقب تمہیں کیسے سوجھا؟

وہ بولے: لبید بن ربیعہؓ اور عدی بن حاتمؓ آئے اور انہوں نے مسجد کے باہر اونٹنیاں بٹھائیں پھر مجھ سے کہنے لگے: امیر المومنین کو اطلاع کردو، واللہ ان لوگوں نے کتنا اچھا لقب انتخاب کیا ہے، آپ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔

یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری بروز اتوار مسلمانوں کو اچانک آپؓ کی شہادت کا صدمہ پہنچا۔ آپؓ کے تمام قوئ بالکل ٹھیک تھے اور آپؓ ایک پاکیزہ و مامون و محفوظ مقام میں تھے، یعنی مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے کہ ابولولو فارسی غلام نے آپؓ پر خنجر سے حملہ کردیا، اس نے آپؓ کو قتل کی دھمکی بھی دی تھی مگر آپؓ نے کچھ پروا نہ کی۔

عمرو بن میمونؓ نے ذکر کیا ہے: ''جس صبح آپ پر وار کیا گیا میرے اور حضرت عمرؓ کے درمیان ابن عباسؓ کھڑے تھے۔ آپؓ کی عادت تھی کہ جب آپ صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے: برابر برابر کھڑے ہوجاؤ۔ جب دیکھتے کہ سب ٹھیک ٹھاک کھڑے ہوگئے ہیں تو آگے بڑھ کر تکبیر کہتے۔ پہلی رکعت میں اکثر سورۂ یوسف یا سورۂ نحل پڑھا کرتے تھے تاکہ سب لوگ شامل جماعت ہوسکیں۔ اس صبح جب آپؓ نے تکبیر ہی کہی تو اس کے بعد میں نے آپؓ کو یہ کہتے سنا: مجھے کتے نے قتل کردیا۔''

زخم آپؓ کے مونڈھے اور کوکھ میں لگا، بعض روایات میں ہے کہ اس نے چھ وار کئے، اس کے بعد وہ دائیں بائیں خنجر گھماتا ہوا نکل گیا۔ جب ایک مرد مومن نے یہ حال دیکھا (یہ عبدالرحمن بن عوفؓ تھے) تو اس پر اپنا جبہ پھینک کر مارا تاکہ اسے گرفتار کرلیں۔ حملہ آور کو یقین ہوگیا کہ وہ گرفتار کرلیا جائے گا۔ لہٰذا اس نے خودکشی کرلی۔

حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر انہیں امام بنادیا، جو لوگ آپؓ کے پاس کھڑے تھے انہوں نے بھی یہی کچھ دیکھا لیکن مسجد کے اطراف والوں کو پتہ نہ لگا کہ کیا ہوا، جب انہیں آپؓ کی آواز نہ آئی تو وہ سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے لگے، پھر حضرت عبدالرحمنؓ نے جلدی جلدی نماز پڑھادی۔ روایت ہے کہ جب آپؓ پر وار کیا گیا تو آپؓ اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے، لوگ جوق در جوق آنے لگے حتی کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہوگیا۔

حضرت عبدالرحمنؓ پکارے: اے لوگو! نماز، نماز۔

اس کے بعد آپؓ نے قرآن پاک کی دو بہت مختصر سورتوں کے ساتھ نماز پڑھادی۔ ☆☆

قاری منیر احمد قادریؒ کی رحلت

قاری منیر احمد قادری بھاری بھرکم وجود، ہنس مکھ طبیعت کے مالک انسان تھے۔ ایک عرصہ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ کے نائب امیر چلے آرہے تھے۔ بھاری بھرکم جسم ہونے کے باوجود متحرک اور فعال انسان تھے۔ جب بھی کوئی جماعتی مسئلہ سامنے آیا فوراً حرکت میں آگئے جب تک مسئلہ حل نہیں ہوا لگے رہے۔ سیاست میں جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے اور دینی معاملات مجلس کے پلیٹ فارم سے حل کرنے کی کوشش کرتے۔ فیروز والا روڈ کی جامع مسجد فضل کے خطیب و امام تھے۔ جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے سند فضیلت حاصل کی۔ اللہ پاک نے سخاوت کا مادہ ان میں وافر مقدار میں رکھا ہوا تھا، حالانکہ پنجاب میں امام و خطیب کے مشاہرات معمولی ہوتے ہیں۔ رمضان المبارک میں ایک افطاری مجلس کے کارکنوں کی کراتے اور ایک افطاری جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں کی کراتے۔ افطاری میں انواع و اقسام کے پھل فروٹ اور خورد و نوش کی اشیاء ہوتیں۔ راقم انہیں وزیر خوراک کہہ کر پکارتا تو اس میں خوشی محسوس کرتے، سال رواں کے رمضان المبارک میں اور اس سے پہلے چند روز گوجرانوالہ میں رہنا نصیب ہوا، تو سن کر تشریف لے آئے اور افطاری کا سامان بھی ساتھ لائے، بہت ہی اخلاق کے مالک تھے۔ حافظ محمد نعیم قادری جو جمعیت علماء اسلام کاموکی کے امیر ہیں اور بہت متحرک ورکر ہیں نے راقم کو بتایا کہ کسی عامل نے ان پر کچھ خبائث مسلط کردیئے جو ان کے سینے پر چڑھ کر ان پر تشدد کرتے رہے اور ان سے کچھ غیر شرعی مطالبات کرتے رہے، لیکن موصوف مسلسل انکار کرتے رہے تا آنکہ بے ہوش ہوگئے، ہسپتال لے جایا گیا ہوش آیا تو کلمات طیبہ اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ ۲۹ ر ستمبر کو گوجرانوالہ کے معروف عالم دین، حضرت مولانا قاضی حمید اللہ خان کے جانشین، جامعہ انوار العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد داؤد مدظلہ نے دھوبی گھاٹ کے گراؤنڈ میں پونے دس بجے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ان کی وفات سے مجلس ایک متحرک، فعال اور مخلص کارکن سے محروم ہوگئی۔ دعا ہے کہ اللہ پاک مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حرام مال کی نحوست

مولانا حافظ فضل الرحیم

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ (کسی ناجائز طریقے سے) حرام مال کمائے اور اس میں سے اللہ تعالیٰ کے لئے صدقہ کرے تو اس کا صدقہ قبول ہو اور اس میں سے خرچ کرے تو اس میں (منجانب اللہ) برکت ہو اور جو شخص حرام مال (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ کے جائے گا تو وہ اس کے لئے جہنم کا توشہ ہی ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتے ہیں، یہ حقیقت ہے کہ گندگی گندگی کو نہیں دھوسکتی۔''

حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ حرام مال سے کیا ہوا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور حرام کمائی میں برکت نہیں ہوتی اور جب کوئی آدمی ناجائز اور حرام طریقہ سے کمایا ہوا مال مرنے کے بعد وارثوں کے لئے چھوڑ گیا تو وہ مال آخرت میں اس کے لئے وبال ہوگا، اس کو حرام کمانے کا بھی گناہ ہوگا اور وارثوں کو حرام کھلانے کا بھی (حالانکہ وارثوں کے لئے حلال مال چھوڑ جانا ایک طرح کا صدقہ ہے اور اس پر یقیناً اجر وثواب ملے گا)۔

حدیث مبارکہ میں یہ جو فرمایا کہ: ''ان اللہ لایمحو السییٔ بالسییٔ''...الخ اس میں حرام مال کا صدقہ قبول نہ ہونے اور مرنے کے بعد باعث وبال ہونے کا سبب بیان فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صدقہ اگر صحیح اور پاک مال سے ہو تو وہ گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا وسیلہ بن جاتا ہے، لیکن اگر حرام اور ناپاک مال سے صدقہ کیا گیا تو وہ نجس اور ناپاک ہے، وہ گناہوں کی گندگی کو دھونے کی اور گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا وسیلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جس طرح گندے اور ناپاک پانی سے ناپاک کپڑا پاک صاف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی قبول کرتا ہے اور اس نے جو اس بارے میں حکم دیا ہے، وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لئے اس کا ارشاد ہے کہ اے پیغمبرو! تم کھاؤ پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح اور اہل ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو) اسکے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا: ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کرکے (کسی مقدس مقام پر) ایسے حال میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندا ہیں اور جسم اور کپڑے غبار آلود ہیں اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اس کا نشوونما ہوا ہے تو ایسے آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مقدس اور پاک ہے اور وہ اس صدقہ اور اسی نذر و نیاز کو قبول کرتا ہے جو پاک مال سے ہے، آگے فرمایا گیا ہے کہ: حرام سے بچنے اور صرف حلال استعمال کرنے کا حکم وہ امر الٰہی ہے جو اہل ایمان کی طرح سب پیغمبروں کو بھی دیا گیا تھا، لہٰذا ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اس حکم الٰہی کی عظمت واہمیت کو محسوس کرے اور ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہے، اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ حرام مال اتنا خبیث اور منحوس ہے کہ اگر کوئی آدمی سر سے پاؤں تک درویش اور قابل رحم فقیر بن کے کسی مقدس مقام پر جاکے دعا کرے لیکن اس کا کھانا پینا اور لباس حرام ہو تو اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان فرمایا کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان میں سے ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی (یہ بیان کرکے) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے لیں اور بولے: ''بہرے ہوجائیں میرے یہ کان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے نہ سنا ہو (یعنی میں نے جو کہا یہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گوشت اور وہ جسم جنت میں نہ جاسکے گا جس کی نشوونما حرام مال سے ہوئی ہو اور ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔''

اللہ تعالیٰ بچائے اس حدیث میں بڑی سخت وعید ہے۔ حدیث مبارکہ کے ظاہری الفاظ کا مطلب

یہی ہے کہ دنیا میں جو شخص حرام کمائی کی غذا سے پلا بڑھا ہوگا وہ جنت کے داخلہ سے محروم رہے گا اور دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ اللّٰھم احفظ۔

شارحین حدیث نے قرآن و حدیث کے دوسرے نصوص میں اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا آدمی حرام خوری کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا۔ ہاں اگر وہ مومن ہوگا تو حرام کا عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جاسکے گا اور اگر مرنے سے پہلے اس کو سچی توبہ و استغفار نصیب ہوگیا یا کسی مقبول بندہ نے اس کی مغفرت کی دعا کی اور قبول ہوگئی یا خود رحمت الٰہی نے مغفرت کا فیصلہ فرمادیا تو عذاب کے بغیر بھی بخشا جاسکتا ہے۔ رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ جو لے رہا ہے حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز۔ (صحیح بخاری)

حدیث مبارک کا مطلب بالکل ظاہر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ کی اس حدیث مبارکہ میں خبر دی ہے کہ بلاشبہ وہ آچکا ہے۔ آج امت میں ان لوگوں میں بھی جو دیندار سمجھے جاتے ہیں، کتنے ہیں جو اپنے پاس آنے والا روپیہ یا پیسہ یا کھانے پینے پہننے کی چیزوں کے بارے میں یہ سوچنا اور تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جائز ہے یا ناجائز۔ ہوسکتا ہے کہ آگے اس سے بھی زیادہ خراب زمانہ آنے والا ہو اور حلال اور حرام اور جائز اور ناجائز میں تمیز نہ کرنا، روح ایمانی کی موت ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ واقعہ مروی ہے کہ ان کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز ان کی خدمت میں پیش کی، آپؓ نے اس میں سے کچھ کھالیا، اس کے بعد اس غلام نے بتایا کہ یہ چیز مجھے اس طرح حاصل ہوئی کہ اسلام کے دور سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی کو میں نے اپنے آپ کو کاہن ظاہر کرکے دھوکا دیا تھا اور اس کو کچھ بتلا دیا تھا جیسے کہ کاہن لوگ بتلادیا کرتے تھے تو آج وہ آدمی ملا اور اس نے مجھے اس کے حساب میں کھانے کی یہ چیز دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؓ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

اسی طرح امام بیہقیؒ نے حضرت عمر فاروقؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں دودھ پیش کیا، آپؓ نے اس کو قبول فرمالیا اور پی لیا۔ آپؓ نے اس آدمی سے پوچھا کہ دودھ تم کہاں سے لائے ہو؟ اس نے بتلایا کہ فلاں گھاٹ کے پاس سے میں گزر رہا تھا، وہاں زکوٰۃ کے جانور اور اونٹنیاں بکریاں وغیرہ تھیں لوگ ان کا دودھ دوہ رہے تھے، انہوں نے مجھے بھی دیا، میں نے لے لیا یہ وہی دودھ تھا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کی طرح حلق میں انگلی ڈال کر آپؓ نے بھی قے کردی اور اس دودھ کو اس طرح نکال دیا۔

ان دونوں واقعوں میں ان دونوں بزرگوں نے جو کھایا پیا تھا چونکہ لاعلمی اور بے خبری میں کھایا پیا تھا، اس لئے ہرگز گناہ نہ تھا لیکن حرام غذا کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ ان حضرات نے سنا تھا، اس سے یہ اتنے خوفزدہ تھے کہ اس کو پیٹ میں نکال دینے کے بغیر چین نہ آیا، بے شک حقیقی تقویٰ یہی ہے۔☆☆☆

سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۲۹، ۳۰؍ اکتوبر کو منعقد ہوگی

ملتان.... (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی) ۳۴ویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۲۹، ۳۰؍ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ میں منعقد ہوگی۔ کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مرکزی نائب امراء حافظ ناصر الدین خاکوانی، حضرت صاحبزادہ عزیز احمد خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف فرمائیں گے۔ کانفرنس میں مولانا فضل الرحمن، مولانا سمیع الحق، جناب سراج الحق، علامہ ساجد میر، ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، مولانا محمد اجمل قادری، ڈپٹی چیئرمین سینیٹ مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا محمد امجد خاں، مولانا عبدالرؤف فاروقی، حافظ زبیر احمد ظہیر، مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، جناب لیاقت بلوچ، محترم فرید احمد پراچہ، مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مشائخ عظام میں سے مولانا سید جاوید حسین شاہ فیصل آباد، مولانا سائیں عبدالصمد ہالیجوی، مولانا صاحبزادہ خلیل احمد خانقاہ سراجیہ، مولانا عبدالغفور قریشی نیکسلا، مولانا محب اللہ لورالائی، مولانا عبداللہ از ہر شجاع آباد، مولانا عبدالمجیب قریشی پیر شریف اور مختلف مسالک و مکاتب فکر کے علماء کرام و مشائخ عظام خطاب فرمائیں گے۔ رابطہ کمیٹی کے اراکین مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمن ثانی نے اس سلسلہ میں گزشتہ روز لاہور کے مختلف جماعتوں کے رہنماؤں، مولانا میاں اجمل قادری، مولانا صاحبزادہ محمد امجد خاں، حافظ زبیر احمد ظہیر، جناب فرید احمد پراچہ، مولانا عبدالرؤف فاروقی سے ملاقاتیں کیں اور کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ علامہ ساجد میر، جناب سراج الحق، جناب لیاقت بلوچ و دیگر کے دعوت نامے ان کے سیکرٹریز کو دیئے۔ کانفرنس ان شاء اللہ! اتحاد بین المسلمین کے لئے سنگ میل ثابت ہوگی۔

اسلام کا اخلاقی انقلاب

مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی

معاشرتی و اجتماعی زندگی کے بنانے اور سنوارنے میں اخلاق کو نمایاں حیثیت حاصل ہے بلکہ معاشرت کی پہلی اینٹ اخلاق حسنہ ہی ہیں۔ حسن اخلاق کے بغیر انسان نہ صرف یہ کہ انسان نہیں رہتا بلکہ درندگی و بہیمیت پر اتر آتا ہے۔ انسانیت کا زیور حسن اخلاق ہے، لیکن چھٹی صدی عیسوی میں دنیا اخلاقی اعتبار سے کنگال اور دیوالیہ ہو چکی تھی۔ انسانیت وشرافت کی بنیادیں ہل چکی تھیں۔ تہذیب و اخلاق کے ستون اپنی جگہ چھوڑ چکے تھے۔ تہذیب و تمدن کے گہواروں میں خودسری و بے راہ روی اور اخلاقی پستی کا دور دورہ تھا۔ روم و ایران اخلاق باختگی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جارہے تھے۔ شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی، جو جاہلی معاشرے میں بڑائی اور خوبی کی بات تھی۔ سودی لین دین، کمزوروں کا استحصال اور اس سلسلے میں بے رحمی و سخت گیری عام تھی۔ بے شرمی و بے حیائی، رہزنی و قزاقی معمولی بات تصور کی جاتی تھی۔ جنگ جوئی اور سفاکی بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا تھا۔ بے جا انتقام اور تعصب کا شمار قومی خصوصیت میں ہوتا تھا۔ ایسے اخلاق سوز اور غیر انسانی ماحول میں اسلام نے جو عمدہ اخلاقی نظام پیش کیا وہ انسانی طبائع کے لئے اکسیر ثابت ہوا اور ان کی وجہ سے تہذیب و ثقافت سے بے بہرہ قوم عرب میں ایسے اخلاقی نمونے پیدا ہوئے جن کی نظیر انسانی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

اسلام کا اخلاقی نظام:

یوں تو ہر ملک وملت اور عہد و زمانے میں معاشرہ و ماحول پر بُرا اثر ڈالنے والی عادات واطوار کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا ہے، بلکہ مذہب اور سماج میں اس کو جرم اور ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ چوری ڈاکا، قتل وخونریزی، غیبت وبدگوئی، کینہ وحسد، تکبر، حق تلفی وغیرہ افعال و عادات ہر مذہب وسماج میں مذموم ہیں، جب کہ وقار و سنجیدگی، خوش کلامی و نرمی، عدل و تواضع، امانت و دیانت وغیرہ ہر معاشرے میں اچھے اخلاق شمار کئے جاتے ہیں، لیکن اسلام کے اخلاقی نظام اور دیگر اخلاقی قدروں میں کئی اعتبار سے بہت فرق پایا جاتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر نظاموں میں اچھے اور بُرے اخلاق کا معیار عقل سلیم، پاکیزہ شعور اور تجربہ ہے، جب کہ اسلام میں ان سب سے بڑھ کر ایک متعین اتھارٹی ہے اور وہ ہے اللہ ورسول کی اتھارٹی۔ اچھا اخلاق وہی ہے جسے اللہ و رسول نے اچھا اخلاق قرار دیا ہو اور اسی طرح بُرے اخلاق وہ ہیں جسے اللہ ورسول بُرا کہیں۔ اسلام میں اچھے اور بُرے اخلاق کا مسئلہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے، وہ کسی انسانی عقل یا تجربہ کا محتاج نہیں۔ اسلام نے کسی طرز عمل کو اچھا یا بُرا اس لئے نہیں کہا کہ اسے لوگ ایسا ہی کہتے اور سمجھتے چلے آئے ہیں بلکہ خود اسے اپنے اصولوں کی بنیاد پر اچھا یا بُرا کہا ہے۔ اسلامی اخلاقیات چونکہ مستقل بنیادوں پر قائم ہیں، اس لئے وہ ناقابل تغیر اور مستقل ہیں۔

اسلام کا اخلاقی نظام مختلف دائروں میں تقسیم ہے اور اس کی ابتدا انسان کی انفرادی زندگی سے ہوتی ہے۔ معاشرہ کے ایک فرد کی بطور ایک انسان کے اخلاقی ذمہ داری کیا ہے، اسے اسلام نے اپنی جامع اخلاقی تعلیمات میں سمیٹ دیا ہے۔ جھوٹ و بہتان طرازی، کبر و نخوت، ظلم و ستم، بدسلوکی و بے رحمی، فریب ودھوکا دہی، شراب نوشی وجوابازی، زناکاری و بے حیائی، جنگ و جدال وغیرہ امور کو بُرائی قرار دیا گیا، جبکہ اس کے بالمقابل عمدہ اخلاق کی ہمت افزائی کی گئی۔ انفرادی دائرہ کے بعد گھریلو سطح پر والدین کے ساتھ حسن سلوک و خدمت گزاری کی تعلیم دی گئی۔ بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان وصلہ رحمی، بیوی بچوں کے ساتھ محبت وشفقت کی تعلیم دی گئی، پھر گھریلو سطح سے اٹھ کر معاشرتی سطح پر پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور لوگوں کے ساتھ انسانی سلوک اور احترام کا درس دیا گیا۔ تمام مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور تمام انسانوں کے ساتھ ہر حال میں عدل و انصاف، رواداری اور مساوات کا برتاؤ۔ اسلام کے نظام اخلاق کا حاصل یہ ہے کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو اور ہر مرحلہ میں اعلیٰ کردار کو اپنایا جائے۔ اسلام نے باہمی معاملات کو مطلب پرستی اور خودغرضی نہیں بلکہ ہمدردی و خیر خواہی کے جذبہ سے انجام دینے کی تعلیم دی۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی روح ہمدردی و خیر خواہی، عدل و انصاف اور مساوات واحترام نفس ہے، اسلام کی خصوصیت یہ ہے اس نے یہ اعلیٰ اخلاقی اصول وضع کئے اور معاشرے میں اسے سو فیصد لاگو کر کے دکھا بھی دیا۔ اس سلسلے

میں اسلام کی آواز اتنی موثر تھی کہ محض قرآن کے اس اعلان سے کہ ”شراب گندگی اور شیطانی عمل ہے۔“ (المائدہ:۹۰) مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی، حالانکہ نشہ چھڑانا اور وہ بھی شراب کا کتنا مشکل ہے۔ آج ساری دنیا اس بارے میں پریشان ہے کہ قوم سے نشے کی لت کیسے ختم کی جائے، مگر اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ قرآن نے اسے جڑ سے ختم کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی پوری زندگی اسلام کے اسی انقلاب آفریں اخلاقی نظام کا آئینہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ ترین اخلاق:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخ انسانی کے سب سے اعلیٰ اخلاقی معیار قائم کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق گوئی اور سچائی کا یہ عالم تھا کہ کفار مکہ کے سردار ابوسفیان کو ہرقل کے دربار میں اس کے اس سوال پر کہ کیا تم نے کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ جھوٹ سنا ہے؟ یہ گواہی دینی پڑی کہ نہیں۔ (صحیح بخاری، باب بدء الوحی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کا یہ حال کہ پورا مکہ آپ کا دشمن، آپ کی دعوت سے ان کو انکار، لیکن امانتوں کے لئے اگر کوئی محفوظ جگہ تھی تو اسی نبی ہاشمی کا مکان، آپ کے صبر وتحمل کی انتہا یہ تھی کہ طائف کی خونچکاں شام اور آپ کا لہولہان جسم، ایسا دن جس کے بارے میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: ”وہ میری زندگی کا سخت ترین دن تھا، اس دن جب پہاڑوں کا فرشتہ اللہ کے حکم سے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرتا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو طائف کے دونوں پہاڑوں کو ٹکرادوں اور یہ گستاخ قوم پس جائے، اس وقت رحمۃ للعالمین کا جواب تھا کہ نہیں، میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا فرمائیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔“ (صحیح بخاری، باب ذکر الملائکہ) اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عفو و درگزر اور تواضع وشفقت کا ثبوت دیا، کیا اس کی نظیر کسی تاریخ میں ملتی ہے؟

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اعلیٰ ترین اخلاق واوصاف کا ایسا نمونہ ہے کہ اس سے بہتر نمونہ پیش نہیں کیا جاسکتا اور ایسا جامع اخلاقی دستور العمل کہ اس سے بہتر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اخلاق کا فیضان تھا کہ آپ کی دعوت نہایت تیزی کے ساتھ عربوں میں پھیلتی چلی گئی۔ آپ اپنے بلند انسانی کردار سے دشمن کے دل کو فتح کرلیتے اور اس کی روح کو اسیر کرلیتے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک مہم کے دوران صحابہ کرامؓ نے یمامہ کے سردار ثمامہ ابن آثال کو زندہ پکڑ لیا اور خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے ان کا حال پوچھا انہوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو قتل کردیں، اگر آپ معاف کردیں تو آپ کا احسان مند ہوں گا اور اگر مال کی خواہش ہے تو وہ بھی پیش کردوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا آخر رہا کردیا، جب کہ دشمنوں کے سردار کو رہا کرنے کا تصور بڑا ہی عجیب تھا، مگر ہوتا کیا ہے کہ وہی شخص جس کو آپ قید سے نکال رہے ہیں، وہ بخوشی آپ کی غلامی میں آرہا ہے، چنانچہ ثمامہ ایک قریبی باغ میں جاکر غسل کرنے کے بعد دوبارہ واپس آتے ہیں اور اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔ (مسلم، حدیث:۳۳۱۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ایسے بے شمار واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

صحابہ کرامؓ، اخلاق وانسانیت کے مکمل پیکر:

اسلام کی معجزاتی تاثیر نے ہی اخلاق واقدار سے بیگانہ عرب قوم کو تہذیب اور اعلیٰ اخلاق کا آئیڈیل بنادیا۔ درس گاہ قرآنی کے اولین فضلاء یعنی صحابہ کرامؓ دین واخلاق اور سیاست وقوت کے مکمل پیکر تھے۔ ان میں انسانیت اپنے تمام گوشوں، شعبوں اور محاسن کے ساتھ موجود تھی۔ ان کے مکمل پیکر تھے۔ ان کی اعلیٰ روحانی تربیت بے مثال اعتدال، غیر معمولی جامعیت اور وسیع عقل کی بنا پر ان کے لئے ممکن ہوا کہ وہ انسانی گروہ کی بہتر طور پر اخلاقی اور روحانی قیادت کرسکیں۔ ان کے اعلیٰ اخلاقی نمونے معیار کا کام دیتے تھے اور ان کی اخلاقی تعلیمات عام زندگی اور نظام حکومت کے لئے میزان کا درجہ رکھتی تھیں۔ ان میں فرد و جماعت کا تعلق حیرت انگیز طور پر روادارانہ اور برادرانہ تھا، وہ ایک معیاری دور تھا، جس میں عدل وانصاف، صدق وسادگی، خلوص و وفا اور محبت والفت کی خوشگوار ہوائیں چلتی تھیں۔ اس سے زیادہ ترقی یافتہ دور کا انسان خواب نہیں دیکھ سکتا اور اس سے زیادہ مبارک و پُربہار زمانہ فرض نہیں کیا جاسکتا۔

مدینہ کی ابتدائی زندگی میں مہاجرین وانصار صحابہ کرامؓ کے درمیان قائم ہونے والی مؤاخاۃ (بھائی چارہ) اخلاق وایثار کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بھائی چارہ کے ذریعہ ایک ایسے معاشرہ کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد میں اخلاق ومحبت، ایثار وہمدردی اور مساوات کا خمیر شامل تھا۔ اس صالح معاشرہ کی تشکیل سے حضرات صحابہ کرامؓ کی وہ جماعت تیار ہوئی جو رہتی دنیا تک کے تمام انسانوں کے لئے اعلیٰ ترین اخلاق نمونے چھوڑ گئی۔ نمونہ کے طور پر حضرات صحابہ کرامؓ کے کچھ واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

حلم اور تواضع اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے، جب کہ حق گوئی اخلاقی جرأت کا تقاضا۔ حضرت عمرؓ کے اس واقعہ میں دونوں چیزیں اعلیٰ درجہ کی پائی جاتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں جب کہ

آپ کی حکومت ملک عرب سے نکل کر شام ومصر اور عراق و ایران تک پھیل چکی تھی، بھرے مجمع میں فرماتے ہیں:

"اگر مجھ میں کوئی غلطی دیکھو گے تو کیا کرو گے؟ مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: بخدا! اگر تمہارے اندر کوئی کجی پائیں گے تو تلوار سے اس کو درست کریں گے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص کے اس جملہ پر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جو عمرؓ کی کجی کو تلوار سے درست کریں گے۔"

اطاعت و فرمانبرداری اور خلوص و بے نفسی کی عظیم ترین مثال حضرت خالد بن ولیدؓ کے واقعہ میں ملتی ہے۔ آپ بے حد بہادر اور غیر معمولی فوجی قابلیت والے شخص تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تک مسلسل اسلامی فوج کے کمانڈر رہے، لیکن حضرت عمرؓ کو ان کے سلسلے میں کچھ شکایتیں تھیں: اس لئے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خالدؓ کو سرداری سے معزول کر کے ایک معمولی سپاہی کی حیثیت دے دی۔ اس وقت وہ شام کے علاقہ میں فتوحات کے شاندار کارنامے دکھا رہے تھے۔ عین یرموک کی لڑائی میں جسے تقریباً حضرت خالدؓ اپنی سربراہی میں سر کر چکے تھے، اسی وقت خلیفۂ وقت نے انہیں معزول کر کے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو لشکر اسلامی کا سردار بنا دیا۔ فتح یرموک کے بعد فوجیوں کی ایک تعداد آپ کے پاس جمع ہوئی اور اس حکم کی مخالفت کی بات کی، لیکن انہوں نے ایسے ہر مشورہ کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کی ماتحتی میں ایک معمولی فوجی کی حیثیت سے لڑنے کو ترجیح دی اور ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

"انی لاتقاتل فی سبیل عمر
ولکن فی سبیل رب عمر"

ترجمہ: "میں عمرؓ کی راہ میں جنگ نہیں لڑتا، بلکہ عمرؓ کے رب کی راہ میں لڑتا ہوں۔"

اموی حکومت کے بانی حضرت معاویہؓ اور رومی حکومت کے درمیان ایک میعادی معاہدہ تھا۔ حضرت معاویہؓ اپنی فوج لے کر دشمنوں کی سرحد سے قریب اس نیت سے پہنچ گئے کہ معاہدہ کی مدت پوری ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ بول دیں گے۔ اس صورت میں اچانک حملہ کے مقابلہ میں دشمن تیار نہ ہوگا اور یقینی طور پر شکست کھا جائے گا۔ ابھی حضرت معاویہؓ سرحد پر پہنچے ہی تھے کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ظاہر ہوا اور زور زور سے کہنے لگا: "اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر وفا لا غدر"... اللہ اکبر، اللہ اکبر وعدہ کی پاسداری کرو اسے توڑو نہیں... یہ لوگوں نے دیکھا کہ صحابی رسول حضرت عمرو بن عنبسہ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے انہیں اپنے خیمہ میں بلایا اور مطلب پوچھا تو انہوں نے حدیث رسول بیان کی کہ "جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ اس کی کوئی گرہ باندھے اور نہ کوئی کھولے، یہاں تک کہ مدت پوری ہو جائے۔ حضرت معاویہؓ اس حدیث کو سن کر اپنے اقدام سے باز آگئے اور اپنی فوجوں کو واپسی کا حکم دے دیا۔" (تفسیر ابن کثیر)

اُحد کی لڑائی میں عین اس وقت جب کہ قتل و خون کا معرکہ گرم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور فرمایا: کون اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ حضرت ابو دجانہؓ سامنے آئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس سے دشمنوں کو مارو یہاں تک کہ اس کو ٹیڑھا کر دو۔ حضرت ابو دجانہؓ نے کہا کہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلوار عنایت فرما دی۔ حضرت ابو دجانہؓ اس تلوار کو لے کر اکڑتے ہوئے میدان میں کود پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی چال خدا کو پسند نہیں سوائے ایسے موقعوں کے، پھر کیا تھا وہ انتہائی بہادری کے ساتھ لڑنے لگے، جو بھی ان کے سامنے آتا وہ ان کی تلوار کا نشانہ بن جاتا، اسی درمیان اچانک کیا ہوتا ہے کہ ان کی نظر ایک شخص پر پڑتی ہے جو لوگوں کو جنگ پر ابھار رہا تھا، وہ اس کی طرف لپکے اور اپنی تلوار اس کے سر پر اٹھائی، اتنے میں وہ چیخا: "یا ویلاہ!" تو حضرت ابو دجانہ کو محسوس ہوا کہ یہ کوئی عورت (ہند بن عتبہ زوجہ ابو سفیان) ہے۔ یہ ذہن میں آتے ہی انہوں نے تلوار ہٹالی۔ جذبات پر قابو پانے اور انتہائی جذباتی حالات میں بھی نفسانی فیصلہ نہ کرنے کی یہ عمدہ ترین مثال ہے۔ (سیرت ابن ہشام۲:۶۸)

دنیا سے بیزاری اور آخرت سے محبت صحابہ کرامؓ میں اس قدر پیوست تھی کہ وہ دنیا کے مال و اسباب کو اللہ کے راستے میں بے خطر لٹا دیا کرتے تھے اور یہ پورا پورا اثاثہ اللہ کے راستے میں دینا ان کے نزدیک معمولی چیز تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا ہے کہ: "جو شخص اللہ کو قرض حسن دے گا، اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو بڑھا دیں گے۔" حضرت ابو دحداح انصاریؓ نے عرض کیا: کیا اللہ واقعی ہم سے قرض چاہتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ لائیے، آپ نے ہاتھ دیا تو انہوں نے عرض کیا: میں اپنے باغ کو اللہ کو قرض دیا۔ ان کے باغ میں چھ سو کھجور کے درخت تھے، پھر اپنے باغ میں آئے اور اپنی بیوی کو بتایا کہ میں نے اللہ کو اپنا باغ قرض دے دیا ہے، ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کی تجارت سود مند رہی، چنانچہ انہوں نے اپنا سامان وہاں سے خالی کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

جنگ یرموک میں حضرات صحابہ کرامؓ کا جذبہ

ایثار و ہمدردی بھی ایک مشہور واقعہ ہے جس میں میدان جنگ میں جان بلب ایک صحابی کو پانی پیش کیا جاتا ہے، اتنے میں انہیں قریب سے کراہنے کی آواز آتی ہے، وہ انہیں پانی پیش کرنے کو کہتے ہیں۔ پانی پلانے والا ان کے پاس پہنچتا ہے کہ انہیں بھی کسی کے کراہنے کی آواز آتی ہے وہ بھی پہلے انہیں پانی پلانے کو کہتے ہیں، جب پانی پلانے والا ان کے پاس پہنچتا ہے تب تک ان کی سانس بند ہو چکی ہوتی ہے اور جب لوٹ کر پچھلے صحابہؓ کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بھی روح قبض ہوگئی۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگی ایسے واقعات سے لبریز ہے، جس میں ہمیں نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاقی نمونے ملیں گے۔ اسلام نے اخلاقی تعلیمات کا ایسا جامع نظام عمل مرتب کیا اور صحابہ کرامؓ نے اس کو اپنی زندگی میں اس طرح نافذ کیا کہ جس نے انسانی معاشرے میں اخلاقی قدروں میں انقلاب برپا کردیا۔ اسلام کی یہی اخلاقی تعلیمات بعد کے زمانے میں بھی اسلام کی اشاعت میں زبردست طور پر مؤثر ہوئیں۔ کتنے ہی ممالک اور علاقے ایسے ہیں جہاں کسی معلوم فوج کشی کی کوئی تاریخ نہیں، مگر پورا کا پورا علاقہ اسلام کے نام لیواؤں سے بھرا ہوا ہے۔ آج دنیا میں سب سے بڑی مسلم آبادی والا ملک انڈونیشیا اور ملیشیا میں اسلام کے نام لیواؤں کا وجود، نیز یورپ امریکا و آسٹریلیا وغیرہ میں اسلام کی روز بروز ترقی دراصل اسلام کی انقلابی اخلاقی تعلیمات کا ہی کرشمہ ہے۔ اسلام کے نظام اخلاق کے بدولت کتنے دلوں کی کایا پلٹی اور کتنے ہی علاقوں میں اسلام کا بول بالا ہو بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اسلام کی اشاعت میں جو چند ظاہری اسباب ہیں، ان میں اسلام کا نظام اخلاق ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ ☆☆

اللہ نے دین اسلام آنحضرت ﷺ کی ذات پر مکمل کردیا: مولانا شجاع آبادی

کراچی (محمد عبدالوہاب پشاوری) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ملیر کے زیر اہتمام یکم اکتوبر ۲۰۱۵ء کو جامع مسجد فریال ماڈل کالونی میں اور ۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو جامع مسجد مفتی احمد الرحمٰن لیبر کالونی بالمقابل مشین ٹول فیکٹری جینس کالونی میں بعد نماز مغرب تحفظ ختم نبوت کے پروگرام منعقد ہوئے۔ تلاوت کلام پاک قاری جواد اور حمد و نعت مولانا محمد اشفاق، حافظ محمود خاطر نے پیش کی۔ اس کے بعد مولانا احسن رجاء الحسینی نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت کا معنی اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا تھا وہ سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیا، اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، اس کو ختم نبوت کا عقیدہ کہا جاتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے لئے جو تحاریک چلی ہیں ان سب میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے بھرپور انداز میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ آج بھی ہمیں تحفظ ختم نبوت کے لئے اہم کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس آسمانی کتابوں میں سے سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے، جس پر عمل کرکے اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی نہیں مانتا یا اجرائے نبوت کا قائل ہے تو وہ صرف ختم نبوت کا منکر نہیں بلکہ پورے دین کا انکار کرتا ہے۔ امت کا ایک بہت بڑا طبقہ سو سال سے زائد عرصے پر محیط تحفظ ختم نبوت کی محنت کو لے کر چل رہا ہے یہ محنت مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٔ نبوت کے بعد شروع نہیں ہوئی بلکہ اس محنت کا ایک تسلسل ہے۔ چودہ سو سال پہلے مدینہ منورہ کی سرزمین پر سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں سب سے پہلا اجماع جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف اعلان جہاد پر ہوا، جو صدیق اکبرؓ کی خلافت کا سب سے پہلا کارنامہ تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے اپنے بیان میں کہا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات اور منیٰ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا، وہ دنیائے انسانیت کے لئے منشور ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب نے گویا الوداعی نصیحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابہ کرامؓ شاید اس سال کے بعد آئندہ سال میری اور آپ کی ملاقات نہ ہوسکے، لہٰذا میری باتوں کو سنو اور آنے والی نسلوں تک یہ بات پہنچا ئیں، حضرات صحابہ کرامؓ نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کیفیات میں دیکھا انہیں کیفیات، حرکات و سکنات کے ساتھ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کامل و مکمل کردیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے دین کامل و مکمل کردیا تو اب نبیوں کی ضرورت باقی نہ رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کو آنا نہ تھا، اس لئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی ڈیوٹی لگائی کہ آنے والی نسلوں تک دین پہنچا ئیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عظیم الشان دین لے کر آئے کہ اب اس دین کی موجودگی میں کسی اور دین کی ضرورت نہیں۔ انگریز ملعون نے نبوت کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے شخص کو کھڑا کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اللہ ہمارے اکابرین کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں، جنہوں نے اس فتنے کا مقابلہ کیا، جیلوں میں گئے ہتھکڑیاں پہنیں، ساری سزائیں گوارا کرلیں لیکن کذاب قادیانی کی جھوٹی نبوت کو چلنے نہیں دیا۔ نقابت کے فرائض مولانا عادل محمود (امام وخطیب جامع مسجد مفتی احمد الرحمٰن) نے سرانجام دیئے۔ پروگرام میں مولانا مفتی عبدالخالق، مولانا عبدالماجد، مولانا طلحہ، بھائی الیاس، راشد نواز عباسی، حافظ ابرار اور علاقہ بھر کے مسلمانوں نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ ان پروگراموں کی برکت سے تمام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور فتنہ قادیانیت سے تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

قدیم مسجد ہتھیانے میں قادیانی ناکام

موضع گولیکی میں واقع مسجد کو مرزائیوں نے اپنی عبادت گاہ بنالیا تھا، خونیں تصادم کے بعد ۲۰۰۱ء میں سیل کردی گئی

عدالت نے ۱۸ برس بعد خانہ خدا پر مسلمانوں کا حق تسلیم کرلیا، قادیانی مقدمے کے مدعی کو شہید کرچکے ہیں: رپورٹ

منصور اصغر راجہ

گجرات میں ۳۰۰ سالہ قدیم مسجد پر قبضے کا مقدمہ قادیانی ہار گئے۔ ۱۹۳۰ء میں موضع گولیکی کی مرکزی مسجد کے پیش امام نے قادیانیت اختیار کرلی تھی، جس کے باعث تقریباً آدھا گاؤں مرتد ہوگیا تھا۔ ۱۹۹۱ء میں مسجد کی تعمیر نو کے دوران قادیانیوں نے اسے اپنی عبادت گاہ میں تبدیل کردیا۔ گاؤں میں کشیدگی پھیلنے کے باعث ضلعی انتظامیہ نے اٹھارہ سال پہلے مسجد کو سیل کردیا تھا۔ قادیانیوں اور مسلمانوں کے تنازعے کی وجہ سے ۲۰۰۱ء میں اس گاؤں میں آٹھ افراد قتل ہوئے۔ قادیانیوں نے مسلمانوں کو مقدمہ واپس لینے اور مسجد سے دستبردار ہونے کے لئے کئی حربے استعمال کئے۔ ۲۰۱۰ء میں قادیانیوں نے مقدمے کے مدعی ماسٹر سرفراز کو شہید بھی کردیا، تاہم مسلمانوں کی اٹھارہ سالہ جدوجہد رنگ لے آئی۔ مقامی عدالت نے مقدمے کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں کرتے ہوئے مسجد کھولنے کا حکم جاری کردیا ہے۔

گجرات شہر کی مغربی جانب تقریباً ۱۵ کلو میٹر کی مسافت پر واقع گاؤں، گولیکی گزشتہ بیس برس کے دوران کئی بار خبروں میں شامل رہا۔ جس کی وجہ یہاں مسلمانوں اور قادیانیوں کا ایک پرانا تنازعہ تھا۔ ڈھائی ہزار گھرانوں پر مشتمل اس گاؤں کی مرکزی مسجد کی بنیاد تقریباً تین سو سال پہلے یہاں کے ایک بزرگ حافظ غلام دستگیرؒ نے رکھی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں امام دین نامی پیش امام نے قادیانیت اختیار کرلی۔ مرتد ہونے کے بعد پیش امام نے اپنی "محنت" شروع کردی۔ مقامی ذرائع کے مطابق دوسری طرف حالت یہ تھی کہ مقامی مسلمانوں کو قادیانی فتنے کے بارے میں کچھ زیادہ آگاہی نہیں تھی۔ علاوہ ازیں لوگ زیادہ پڑھے لکھے بھی نہ تھے۔ لہٰذا گاؤں کے سیدھے سادے دیہاتی اس مرتد پیش امام کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے رہے اور اس سے نکاح اور جنازے بھی پڑھواتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصے بعد گاؤں کے بیشتر لوگ قادیانی ہوگئے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کے بعد گاؤں کے مسلمانوں کو بات کچھ سمجھ آئی، لیکن چونکہ سب لوگ آپس میں قریبی رشتہ دار تھے، اس لئے بزرگوں نے بات آگے بڑھانے کی بجائے، یہ فیصلہ کیا کہ مسلمان یہاں نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ جس کے بعد قادیانیوں کا مسجد پر قبضہ مزید مضبوط ہوگیا۔ ۱۹۹۱ء میں قادیانیوں نے اس مسجد کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا اور اس دوران مسجد کو باقاعدہ قادیانی عبادت گاہ کی شکل دینے کی کوشش کی، لیکن چونکہ اب ۱۹۳۰ء نہیں بلکہ ۱۹۹۱ء تھا، لہٰذا کچھ پڑھے لکھے نوجوان آگے بڑھے اور قادیانیوں کو عبادت گاہ کے مینار تعمیر کرنے سے روک دیا۔ گاؤں کا ماحول ایک بار پھر کشیدہ ہوگیا، لیکن گاؤں کے بزرگ پھر آگے آئے اور فریقین میں مصالحت کرادی۔ قادیانی کچھ عرصہ خاموش رہے، لیکن ۱۹۹۶ء میں انہوں نے اچانک مسجد کی چار دیواری پر "بیت الحمد" لکھوا کر اس کے قادیانی عبادت گاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ ذرائع کے مطابق مسلمانوں نے جب اس پر احتجاج کیا تو مالی طور پر بے حد مضبوط مقامی قادیانیوں نے انہیں آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا کہ وہ کون ہوتے ہیں اس مسجد کے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور اس کے ساتھ ہی وہاں مسلح قادیانیوں کا پہرا بٹھا کر مسلمانوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ گاؤں میں ایک بار پھر کشیدگی پھیل گئی اور بات مرنے مارنے تک پہنچ گئی، چونکہ پیسے کے اعتبار سے قادیانی زیادہ مضبوط تھے۔ علاوہ ازیں ان کی جماعت بھی انہیں مبینہ طور پر مکمل سپورٹ کررہی تھی، لہٰذا مسلمان بزرگوں نے خون خرابے سے بچنے کے لئے لڑائی جھگڑے کی بجائے عدالت جانے کا فیصلہ کیا۔ مسلمانوں نے علاقہ مجسٹریٹ الیاس گل کی عدالت میں درخواست دائر کردی کہ تین سو سال پرانی مسجد کو قادیانیوں کے قبضے سے واگزار کرایا جائے۔ اس مقدمے کے مدعی ماسٹر سرفراز، افضل سندھو، محمد نثار، محمد اکرم اور محمد اعظم بنے۔ کمرہ عدالت سے باہر آتے ہوئے ایک بااثر قادیانی نے مسلمانوں کو دھمکانے کی کوشش کی تو مسلمان لڑکے بپھر گئے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مجسٹریٹ نے فی الفور مسجد کو سیل کرنے کا حکم دے دیا۔ یوں مذکورہ مسجد ۲۲ ستمبر ۱۹۹۶ء کو سیل کردی گئی، لیکن گاؤں کی صورت حال اس وقت کشیدہ ہونے لگی جب بااثر قادیانیوں نے مقدمہ واپس لینے کے لئے مسلمانوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا، وہ کبھی مسلمانوں کو دھمکیاں دیتے اور کبھی مختلف لالچ،

تاہم پانچوں مدعی اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ۲۰۰۱ء میں اسی تنازعے کی وجہ سے کچھ مسلمان لڑکوں کی قادیانیوں سے تلخ کلامی ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے فریقین نے ہتھیار نکال لئے۔ فائرنگ کے تبادلے میں چار مسلمان شہید ہوئے اور چار قادیانی مارے گئے۔ اب گاؤں کی فضا مزید خراب ہوگئی، لیکن مقدمے کے مدعی اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ۲۰۰۸ء میں مقامی سینئر سول جج شہزاد کیانی نے قادیانیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ مسلمانوں نے اس فیصلے کے خلاف فوری طور پر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج گجرات کی عدالت میں اپیل کر دی۔ سیشن جج نے یہ کہہ کر کیس دوبارہ سول عدالت میں ریفر کر دیا کہ یہ استقرار حق کا کیس ہے، لہٰذا اس کی سماعت سول کورٹ میں ہی ہونی چاہئے۔ اس کیس کا فیصلہ بھی دسمبر ۲۰۱۲ء میں مسلمانوں کے خلاف ہوگیا، لیکن مسلمانوں نے حوصلہ ہارنے کی بجائے اس قانونی لڑائی کو جاری رکھنے کا فیصلہ کرتے ہوئے فیصلے کے خلاف دوبارہ سیشن کورٹ میں اپیل کر دی، جس پر سیشن کورٹ کی طرف سے کیس دوبارہ سول عدالت میں ریفر کر دیا گیا۔ اس دوران قادیانیوں نے مسلمانوں کو دباؤ میں لانے کے لئے اپنے ہتھکنڈے جاری رکھے۔ مقدمے کے ایک مدعی افضل سندھو کو متعدد بار پیغام بھیجا گیا کہ آپ لوگ مسجد کے رقبے سے دوگنی زمین متبادل جگہ پر لے لیں۔ قادیانی وہاں مسجد بھی تعمیر کرا کے دیں گے، لیکن آپ لوگ مقدمے سے دستبردار ہو جائیں۔ علاوہ ازیں مدعیوں کو کیس واپس لینے کے عوض بھاری رقم کی پیشکش بھی کی گئی، لیکن انہوں نے کیس واپس لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر ۲۰۱۰ء میں مقدمے کے مدعی ماسٹر سرفراز شہید کر دیئے گئے۔ وہ صبح سویرے اسکول جا رہے تھے کہ راستے میں قادیانیوں نے انہیں فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ مقدمے کے ایک مدعی افضل سندھو نے ''امت'' کو بتایا کہ ''ہمارے دوست ماسٹر سرفراز کو صبح آٹھ بجے شہید کیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ رات ساڑھے دس بجے ادا کی گئی۔ ساڑھے چودہ گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی ان کا چہرہ بالکل تر و تازہ پھول کی مانند کھلا ہوا تھا اور زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ ان کے جنازے میں اس طرح خلقت اللہ کر آئی کہ نماز کے لئے دس کنال کے رقبے میں صفیں بنانی پڑیں۔ اس منظر کو دیکھ کر ہم باقی بچ جانے والے چاروں دوستوں کا حوصلہ مزید بڑھ گیا۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس مسجد کی خاطر اگر ہماری بھی جان چلی جائے تو یہ سودا ہرگز مہنگا نہیں ہے۔'' بالآخر مسلمانوں کی اٹھارہ سال کی جدوجہد رنگ لے آئی۔ مقامی سینئر سول جج قاسم بھٹی نے ۱۷ر ستمبر ۲۰۱۵ء کو مسلمانوں کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے مسجد کھولنے کا حکم جاری کر دیا۔ انہوں نے اپنے فیصلے میں ریمارکس دیتے ہوئے لکھا کہ: ''جس جگہ مسجد تعمیر کی جائے، وہ جگہ زمین کی تہہ سے لے کر آسمان تک تا قیامت مسجد ہی رہے گی، اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔'' افضل سندھو کے مطابق بعد ازاں ہفتے کی شام نماز عشاء کے موقع پر مقامی پولیس کی نگرانی میں مسجد کو کھول کر مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا، جہاں اٹھارہ سال کے بعد نماز عشاء کی اذان دینے کی سعادت افضل سندھو کو حاصل ہوئی، اس فیصلے سے علاقے بھر کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ایک سوال کے جواب میں افضل سندھو نے ''امت'' کو بتایا کہ مذکورہ گاؤں میں اب صرف پچاس قادیانی گھرانے باقی ہیں، جبکہ ۳۵ گھرانوں کے تمام تر افراد گزشتہ چند برس کے دوران اسلام قبول کر چکے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ امت کراچی، ۲۱ر ستمبر ۲۰۱۵ء)

وفیات

پروفیسر محمد ہاشم کی رحلت

موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لیہ کے امیر مولانا محمد حسین مدظلہ کے مخلص دوستوں اور ان کی مسجد کے نمازیوں میں سے تھے۔ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مقامی مجلس کے رہنماؤں مولانا محمد حسین، قاری عبدالشکور گرواں، ضلعی مبلغ مولانا قاضی عبدالخالق نے ان کی وفات پر قلبی رنج و غم کا اظہار کیا اور ان کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

مولانا غلام حسین کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے مبلغ مولانا غلام حسین کی خوشدامن صاحبہ انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حکیم عبدالحی انصاری کی وفات

جامع مسجد شیخ لاہوری جھنگ صدر کے نمازی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پر جوش ورکر اور بہی خواہ حکیم عبدالحی انصاری گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔ موصوف صوم و صلوٰۃ کے پابند، ہنس مکھ طبیعت کے مالک، ضلعی مبلغ مولانا غلام حسین کے مخلص دوستوں اور معاونین میں سے تھے۔

مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لیہ کے مبلغ مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ کے سسر ۲۸ر ستمبر بروز پیر کو انتقال کر گئے۔ مرحوم کی نماز جنازہ لودھراں میں ادا کی گئی۔ ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے ورثا کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس، اسلام آباد

رپورٹ: قاری عبدالوحید قاسمی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے زیر اہتمام گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی 6 ستمبر بروز اتوار مرکزی لال مسجد اسلام آباد میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس صبح 10 بجے شروع ہو کر نماز عصر تک جاری رہی۔ 7 ستمبر 1974ء کا دن عالم اسلام کی تاریخ میں مسلمانوں کی فتح کا دن تھا جب اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی ملعون اور اس کے پیروکاروں کو ان کے کفریہ عقائد ونظریات کی بنیاد پر متفقہ آئینی ترمیم کے ذریعہ غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا اسی تاریخ ساز فیصلے کی یاد اور عزم نو کے لئے ہر سال عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس مرکز شہداء اسلام جامع مسجد لال اسلام آباد میں منعقد ہوتی ہے۔ اس کانفرنس میں ملک کے تمام مسالک کے جید علماء کرام، مشائخ عظام، قانون دان، صحافی اور تاجر برادری بھرپور شرکت کرتی ہے۔ ماشاءاللہ اس کانفرنس کی تیاری کے لئے راولپنڈی ڈویژن کے تمام علماء کرام بھرپور کوشش کرتے ہیں مری، ٹیکسلا، ہری پور، کہوٹہ، بہارہ کہو اور اسلام آباد کے تمام علماء کرام و عاشقان مصطفیٰ اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے دن رات ایک کر دیتے ہیں اور خصوصی دعاؤں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس کانفرنس کی کامیابی میں غازی اسلام حضرت مولانا عبدالعزیز غازی مدظلہ کی دعاؤں کا بڑا دخل ہوتا ہے اور نائب خطیب مولانا عامر صدیق بھی بھرپور سرپرستی کرتے ہیں مسجد کی انتظامیہ کا تعاون بھی مثالی ہوتا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ان تمام حضرات کے تعاون پر اُن کی اس خدمت کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ یہ تعاون ہر سال ہوا کرے گا۔ ان شاءاللہ یہ ہم سب کے لئے شفاعت محمدیہ کا ذریعہ ہوگا۔

اس کانفرنس کے دو اجلاس منعقد ہوتے ہیں ایک صبح 10 بجے امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف کی صدارت اور ان کے بیان سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا اجلاس بعد از نماز ظہر تا عصر ہوتا ہے۔

کانفرنس میں عظیم خطیب و مبلغ حضرت مولانا عبدالکریم ندیم نے بھی عقیدہ ختم نبوت ائمہ کرام اور علماء امت کے کردار پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ کانفرنس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب نائب چیرمین سینٹ آف پاکستان تھے جنہوں نے تحریک ختم نبوت اور دوسری تمام تحریکوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب قوم نے اتحاد کیا تمام مسائل حل ہوئے آج بھی پوری مسلم قوم کا اتحاد ملک کے استحکام، دہشت گردی ختم کرنے اور دوسرے تمام مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے مولانا محمد طیب فاروقی مبلغ ختم نبوت اسلام آباد نے بھی اہم کردار ادا کیا خادم ختم نبوت قاری عبدالوحید قاسمی اور مولانا خلیق الرحمٰن چشتی معاون تھے۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے مقررین نے کہا ہے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلامی تعلیمات کی اساس، امت میں اتحاد کی فضا قائم کرنے کے لئے مینارہ نور ہے۔ کسی شخص کو انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کی آڑ میں گستاخی رسول کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا پاکستان کی نیشنل اسمبلی کا جرأت مندانہ فیصلہ ہے قادیانیوں کے بارے میں فیصلہ پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ 7 ستمبر کا دن یوم تجدید عہد کا دن ہے۔ قادیانیت کے خلاف بات کرنا فرقہ واریت نہیں ختم نبوۃ پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا آئین پر عمل درآمد کیا جائے تو ملک میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ ہو جائے گا تحفظ ناموس رسالت اور ملکی سلامتی کے لئے قوم کو متحد ہونا ہوگا۔

کانفرنس سے ڈپٹی چیئرمین سینٹ مولانا عبدالغفور حیدری، مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا عبدالکریم ندیم، مولانا قاضی احسان احمد، قاری عبدالوحید قاسمی، مولانا ظہور احمد علوی، شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف، قاری سیف اللہ سیفی، مولانا ادریس حقانی، مولانا محمد طیب، مولانا عامر صدیق و دیگر نے خطاب کیا مولانا عبدالغفور حیدری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت قوم میں اتحاد واتفاق کی ضرورت ہے اگر ہم نے اتحاد کا مظاہرہ نہ کیا تو مقاصد حاصل نہیں کر پائیں گے پاکستان بنانے میں ہمارے اکابرین نے قربانیاں دی ہیں آج جو لوگ محب وطن ہونے کے دعویدار ہیں ان کا پیسہ بھی اس میں شامل نہیں، پاکستان ہم نے بنایا ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، خدانخواستہ پاکستان پر کوئی برا وقت آیا تو یہ نام نہاد محب وطن لندن، دوبئی اور سعودی عرب بھاگ جائیں گے یہ عجیب بات ہے کہ جنھوں نے پاکستان کا پرچم بلند کیا انہیں

ملک دشمن کہا جا رہا ہے اور جنھوں نے انگریزوں کے جوتے پالش کر کے سر اور نواب کے القابات حاصل کئے وہ محب وطن ہونے کے دعویدار ہیں انہوں نے کہا کہ آئین پر مکمل درآمد کیا جائے تو ملک میں خلافت راشدہ کا نظام نافذ ہو جائے گا آئین کی دفعات پر عمل کیا جائے تو صرف حاجی اور مولوی ہی ممبر پارلیمنٹ بن سکتے ہیں سیکولر طبقہ اسی سے خائف ہے آئین میں واضح طور پر موجود ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اور وہ کسی بھی کلیدی عہدے پر فائز نہیں ہو سکتے ہم اس آئین پر مکمل درآمد کے خواہاں ہیں اور جو لوگ اس آئین کو قبول نہیں کر رہے ہیں ان کے خلاف گھیرا تنگ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اکیسویں ترمیم میں دہشت گردی کو مذہب سے جوڑا گیا جس پر ہم نے احتجاج کیا اب ان لوگوں کو بھی احساس ہو گیا ہے اس لئے وہ اب اس ترمیم میں اصلاح کے لئے تیار ہو گئے ہیں انہوں نے کہا کہ مودی کی جارحیت کے خلاف بھی قوم کو متحد ہونا ہوگا عسکری قیادت اور قوم نے مل کر بھارتی جارحیت کا مقابلہ کرنا ہوگا ہم ملک کے دفاع کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ملک کے ایک ایک انچ کا دفاع کریں گے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے کہا کہ ناموس رسالت کا تحفظ کرنا قربت خداوندی اور نجات اخروی حاصل کرنے کے مترادف ہے، جب تک اس دھرتی پر ایک بھی قادیانی موجود ہے ہماری تحریک جاری رہے گی، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانا مجاہدین ختم نبوت اور اراکین پارلیمنٹ کا تاریخی کارنامہ ہے انہوں نے کہا کہ پنجاب اسمبلی نے واجد شمس الحسن کے خلاف قرارداد پیش کر کے پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے تمام اراکین پنجاب اسمبلی مبارکباد کے مستحق ہیں مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ قادیانی آیات ختم نبوت میں تحریف معنوی اور احادیث نبویہ میں مطلب براری کے معانی نکال کر امت مسلمہ کو دھوکا دے رہے ہیں مولانا عبدالکریم ندیم نے کہا کہ دینی مدارس، علمائے کرام اور اسلامی تحریکوں کے کارکنوں کو وار ننگ دینے والوں کو عاد و ثمود اور مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کا انجام بد بھی یاد رکھنا چاہیے۔ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ قرار دینے والے عناصر قادیانی موقف کی تقویت کا باعث بن رہے ہیں دینی جماعتوں اور مذہبی لوگوں اور دینی مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، تعجب کی بات ہے کہ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والوں پر جھوٹی ایف آئی آر کائی جا رہی ہیں حالانکہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ آئین اور قانون کے عین مطابق ہے مولانا محمد طیب نے کہا کہ مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی، بھٹو مرحوم اور ان کی پوری کابینہ نے قادیانیوں کے دونوں گروہوں غیر مسلم اقلیت قرار دے کر امت مسلمہ کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔

☆☆..............☆☆

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

نیصل

مکمل علاج مکمل خوراک

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

معجونِ قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اجزا کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران، جائفل، ناگرموتھ، مغز بندق، آر وخرما، جوہر آہن، مصطگی، جلوتری، تج، مغز چلغوزہ، سنگھاڑا، کشتہ چاندی، مروارید، دارچینی، اکر، ورق نقرہ، ثعلب مصری
33 اجزا

معجون تسکین دل

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی موثر اور مفید ہے۔

قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

آب سیب، آب انار، آب ادرک، ورق نقرہ، تخم خرفہ، آب بہی، آب لیموں، شہد خالص، بہمن سفید، گاؤزبان، زعفران، مروارید، ورق طلاء، کشنیز، بادرنجبویہ، ابریشم، گل سرخ، گل نیلوفر، تخم کاہو، درونج عقربی، صندل سفید، طباشیر، آملہ، جو بر مرجان، مغز تربوز، گل دھی، الائچی خورد، کہربائی، بہمن سرخ

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

فیصل FOODS شارب لائبریری گراؤنڈ سپلائیز کالونی فیصل آباد

سلام زندہ باد ✿ فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی ✿ تاجدار ختم نبوت زندہ باد

بتاریخ **29,30** اکتوبر 2015 بروز جمعرات جمعۃ المبارک

34 ویں دو روزہ سالانہ عظیم الشان

ختم نبوۃ کانفرنس

بمقام مسلم کالونی چناب نگر

بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

زیر سرپرستی: حضرت مولانا **محمد ناصر الدین** خان خاکوانی

زیر صدارت: حضرت مولانا **عبدالرزاق اسکندر** صاحب

زیر نگرانی: حضرت مولانا صاحبزادہ **خواجہ عزیز احمد** صاحب

عنوانات

توحید باری تعالیٰ — سیرت خاتم الانبیاء — عقیدہ ختم نبوۃ — حیات عیسیٰ

عظمت صحابہ و اہل بیت — اتحادِ امت — اور ظہور مہدی

جیسے اہم موضوعات پر علماء کرام، مشائخ عظام، قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

0300-4304277
0300-6347103
0321-4220552